تحقیقِ مقامِ کعبہ و زیارتِ حج

Sanctity of Ka'aba Explored and Frivolity of Hajj Exposed

ناقابلِ تردید تاریخی حقائق، الہامی صحائف کی توثیق اور شعوری منطق کی روشنی میں

ایک عظیم اسلامی ورثے کا چشم کشا تجزیاتی مطالعہ

از

اورنگزیب یوسفزئی

aurangzaib.yousufzai@gmail.com

اکتوبر 2014

فہرست ابواب

(1) پسِ منظر

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے | وہ دل وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز و روزہ و قربانی و حج | یہ سب باقی ہیں، تُو باقی نہیں ہے

نماز و روزے جیسی فرض قرار دی گئی جسمانی اور علامتی رسومِ عبادت کی مانند، جنہیں آخرت کی سنگین پُرسش کے حوالے سے حرزِ جاں بنادیا گیا ہے،،،،، **زیارتِ کعبہ وادائیگی حج**،،،، کو بھی مسلمان کے لیے ایک ایسے مذہبی جنون (fanaticism) کی شکل دے دی گئی ہے جس کی تسکینِ آرزو میں وہ غریب ،دل میں جذب وشوق کی فراوانی لیے، بے چین وبے قرار پھرتا ہے؛ زندگی میں کم از کم ایک بار یہ بڑی رسمِ پرستش ادا کرنا ایک لازمی مذہبی فریضہ تصور کرتا ہے؛اور آخرِکار طویل انتظار کے بعد یہ قیمتی موقع ہاتھ آنے اور "مکہ" کے بابرکت مقام تک پہنچ جانے پر یہ خوش نصیب تہذیب، شائستگی، تحمل، سکون اور رواداری کا دامن چھوڑ، تمام ترعجلت، بے حسی، خود غرضی، وحشت وبربریت اور ہنگامہ آرائی سے کام لیتے ہوئے، ہر قدم پر ایک ایسے مسابقتی اور حریفانہ انداز میں ثواب وبرکات کے ٹوکرے بٹورتا جاتا ہے کہ مقررہ میعاد ختم ہونے سے قبل خدا کا سب سے زیادہ برگزیدہ بندہ بن جانے کا ریکارڈ قائم کرلے۔ تاہم ۔۔۔۔ہزاروں میل دُور واقع اس مقام کا قصد کرنا کوئی معمولی مہم نہیں ،اور ہر ہماشا کے بس کی بات بھی نہیں۔ کئی دہائیاں قبل تک یہ مہم سفری مصائب ومشکلات سے پُر تھی اور اس کا ارادہ کرنا خاصی ہمت وحوصلے کا کام تھا۔ مسلمان زائر کو اپنے عزیزوں اور قرابت داروں سے الوداعی ملاقات کرنا اور اپنا کہاسنا معاف کروانے کی ضرورت پڑتی تھی،،،، اس بنا پر، کہ سرزمینِ عرب سے بخیروعافیت واپسی غیر یقینی بھی ہوسکتی تھی۔ اچانک بھگدڑ کا مچ جانا اور کمزوروں کا ہجوم کے ریلوں میں پیروں کے نیچے دب کر مر جانا اور خیموں میں آگ لگ کر زائرین کی جانیں تلف ہوجانا وغیرہ تو ماقبل سے لے کر آج کے دور تک بھی متوقع ہوتا ہے۔ لیکن زمانہِ ماقبل میں تو حاجیوں کے اکّاڈکّا چھوٹے قافلے کو لوٹ لینا عربوں کے لیے معمول کی بات تھی اور بیماری سے بھی ایک اچھی خاصی تعداد میں زائرین کا گذر جانا اور وہیں حرمین کے جوار میں تدفین وغیرہ کر دیا جانا غیر متوقع نہیں تھا۔ آج البتہ وہاں ایک مرکزی ریاستی نظم وضبط کے قیام، سفری سہولیات کی فراہمی اور ضروریاتِ زندگی کی بآسانی بہم رسانی کے بعد اب قابلِ ذکر مشکل یہ رہ گئی ہے کہ اس سفر کے لیے لاکھوں کے پیمانے سے مالی وسائل مہیا کرنا ہر ہماشا کا کام نہیں۔

حج (Hajj) عربوں کی ایک ٹورسٹ انڈسٹری ہے (tourist industry) جس سے سال بھر کا رزق فراوانی سے کماتے ہیں۔ دورِ جدید میں، پٹرو ڈالرز (Petro-Dollars) کی برسات کے بعد تو عرب اس انڈسٹری کی ترقی لیے بھاری رقومات کی سرمایہ کاری (investments) کرکے اس کی شان وشوکت میں ناقابلِ بیان اضافے اور اسکے متعلقہ اخراجات کو زیادہ سے زیادہ مہنگا بھی کر چکے ہیں۔ لیکن اس صورتِ حالات کے باوجود بھی ستم ظریفی یہ ہے کہ مذہبِ اسلام کے سچے شیدائیوں کے لیے "**حج کعبہ**" کے علاوہ کوئی اور "مذہبی شارٹ کٹ" (short cut) اس فوری نوعیت کا دستیاب نہیں ہے کہ جس کے ذریعے ساری عمر کے ارتکاب کردہ ہلکے اور بھاری تمام گناہ و جرائم آنِ واحد میں دُھل دُھلا کر صاف ہوجائیں اور یہ مومنین اس مقدس ومتبرک فریضے کی ادائیگی کے نتیجے میں نوزائیدہ بچے کی مانند پاک وپوتّر ہوکر خوشی خوشی واپس گھروں کو لوٹ آئیں۔ فلہذا یہ ایک

ایسی منفرد ترغیب اور بے مثال حرص (unique temptation) ہے کہ آپ ہر امیر و غریب کو اس مقصد کے لیے وسائل کی تگ و دُو میں جُتا ہوا اور پیسے جوڑ تا پائیں گے۔ خصوصاً اس جستجو میں سب سے زیادہ مضطرب مسلمان آبادی کا وہ جزء (segment) پایا جائے گا جو بڑھاپے کی دہلیز پر قدم رکھ چکا ہو گا اور زندگی کے تمام گرم و سرد سے گذر کر، اب کھڑکی کے پار دوسری زندگی کو قریب دیکھتے ہوئے، آخرت میں اپنی متوقع شامتِ اعمال (accountability) کے گنجلک معاملے کو جلد از جلد سنوار لینے کی فکر میں گُھل رہا ہو گا۔ البتہ اس معمول کے برعکس، غالباً ملائیشیا (Malayasia) وہ واحد مسلم ملک ہے جہاں حج کی فکر نوجوانی میں ہی لاحق ہو جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ حج وہاں کے نوجوانوں کے لیے شادی کے خوش آئند امکانات کا دروازہ کھولتا ہے کہ غالباً وہاں حج کی ادائیگی شادی کے لیے ایک پیشگی (advance) شرط کی حیثیت رکھتی ہے۔ یعنی اس کیس میں بھی یہ بڑا مذہبی فریضہ ذاتی جسمانی غرض ہی کی تکمیل کا ذریعہ ہے۔

اس مخصوص پسِ منظر میں پاکستانی اصحابِ حیثیت مسلمانوں کی پُو بارہ ہیں۔ اُن کے لیے چار پانچ لاکھ روپیہ فی کس خرچ کر کے **حج** ادا کر لینا اور اس طرح خود اور سارے خاندان کے لیے یقینی مغفرت کا سامان پیدا کر لینا گویا ایک بچوں کا کھیل ہے۔ "باہر کی" فینسی اشیاء کی شاپنگ کے ڈھیروں مواقع ایک اضافی بونس ہے۔ اور پھر یہ کہ اگر ان کی موروثی استحصالی اور عیاشانہ افتادِ طبع کا سلسلہ بعد ازاں بھی جاری رہے اور اس کے سبب گناہ و جرائم کا گراف بار بار اونچا ہوتا رہے، تو بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ اُس صورت میں یہ زیارت بار بار انجام دی جا سکتی ہے۔ نامہِ اعمال بار بار صاف کروا لینے کی سہولت بدرجہ اُتم اور بلا اعتراض موجود ہے۔ نیز اس کے ہمراہ "فارن کے ٹورز" (foreign tours) کا لطف علیحدہ ہے۔ بس روپے کی فراوانی شرط ہے۔

مگر بدقسمتی یہ ہے کہ مغفرتوں اور برکات کے اس سنہری موقع یا مواقع کا حصول 90 فیصد مسلم عوام کے لیے صرف ایک خواب کی حیثیت رکھتا ہے۔ "نہ نو من تیل ہو گا، نہ رادھا ناچے گی"۔ یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور خوشنودی کا یہ موقع غریب کے لیے میسر نہیں کہ بے چارہ روٹی روزی سے بھی پوری طرح آسودہ نہیں۔ صرف اسلام کے سب سے بڑے نام نہاد قلعے پاکستان میں ہی 10 کروڑ سے زائد انسان روزانہ صرف ایک وقت کی روٹی پر زندہ ہے، جبکہ یہ وہ آخری ملک ہونا چاہیے جہاں ایسا ہونا ممکن ہو، کیونکہ یہاں تو چپے چپے پر اسلام کا بول بالا ہے۔ قدم قدم پر ایک عبادت گاہ اور دینی مدرسہ پایا جاتا ہے، اور لاؤڈ سپیکروں پر اللہ و رسول کے نام کی چیخ و پکار سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی۔ یہ وہ ملک ہے جہاں مذہبی پیشوائیت (Religious Papacy) سپریم اتھارٹی (supreme authority) رکھتی ہے۔ جہاں مذہبی مبلغ، واعظ، مفتیانِ کرام اور لاتعداد متفرق فرقوں سے متعلق شیوخ الاسلام لاکھوں کی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ خالص مذہبی ٹی وی چینلز (T.V. Channels) تک قائم کرنے کی کھلی اجازت ہے۔ ان پیشوایانِ دینِ حق کے زیرِ تربیت شاگردان کی تعداد لگ بھگ 2 سے 3 کروڑ یا اس سے زیادہ ہو چکی ہے۔ لیکن اس کے باوجود صورتِ حالات زمینی حقائق کے بالکل برعکس نظر آتی ہے۔ ان کی مہربانیوں کے طفیل، بادی النظر میں، مسلمان کا موجودہ خدا صرف طبقہِ امراء کے تصرف میں نظر آتا ہے۔ اس کی تمامتر فیاضیاں، برکات اور نعمتیں اُسی طبقے کے نصیب میں لکھی گئی معلوم ہوتی ہیں۔ باقی غالب اکثریت اپنے اللہ جلّ جلالہ کی مقرر کردہ "تقدیر" کے ہاتھوں مجبور و بے بس ہیں۔ یہ بے چاری اکثریت صبر و شکر کی تلقین پر اور آخرت میں محلات اور حور و غلمان وغیرہ کے حصول کی امید و وعید کے سہارے بیگار پر لگا دیے گئے ہیں اور زندگیوں کی گاڑیاں کھینچنے میں مصروف ہیں۔ ان کی بیگار پر دولت مند استحصالی طبقات اور مذہبی پیشوائیت کی عیاشیاں قائم و دائم ہیں۔

اندریں حالات، زندہ لوگوں کے لیے سوچنے کا مقام یہ ہے کہ،،،، کیا واقعی **کعبہ و حج و قربانی** کے بارے میں جو کچھ ہماری مذہبی پیشوائیت نے ہمیں باور کرایا ہے، اور جو صدیوں سے یونہی متوارث چلا آرہا ہے، حقیقتاً اُسی خالص تعلیم پر مبنی ہے جو ہمارے خالق و مالک کی جانب سے ہمارے پیارے **محمد** رسول اللہ ﷺ کے ذریعے ہم تک منتقل ہوئی ہے؟--- کیا قرآنِ حکیم جیسے مخزونہِ علم و حکمت میں ثواب و مغفرت کا یہی احمقانہ فارمولا انسان کو عطا کیا گیا ہے جو صرف اور صرف عقل و شعور کی توہین، سماجی انصاف کی تضحیک اور طبقاتی تعصب و امتیاز کی کھلی علامت نظر آتا ہے؟--- کیا اللہ تعالیٰ کی نظر میں امیر و غریب برابر نہیں؟--- اگر ساری زمین اللہ کی ہے اور وہ چپہ چپہ پر اور ہر انسان کے قلب میں موجود رہتا ہے، اور پکارنے پر سنتا ہے، تو پھر عرب کے سفاک موسم رکھنے والے گرم صحرا میں، ایک شقاوتِ قلبی اور بدکرداری میں بدنامِ زمانہ ثابت ہو چکی قوم کی نگرانی اور تحویل میں، **شہر مکہ** کے قلب میں واقع ایک بت پرستی کے استھان کی تاریخ رکھنے والی عمارت کی تنگی دیواروں کے اندر محبوس بیٹھا، وہ ذاتِ پاک کیا کرتا ہے اور کیوں اپنے ماننے والوں کو وہاں طلب فرماتا ہے؟--- اور پھر وہاں ادا کی جانیوالی ہر رسم صرف حجر پرستی پر کیوں دلالت کرتی ہے؟--- اس کے اپنے تخلیق کردہ معصوم جانوروں کا خون کیوں بہایا جاتا ہے؟--- 21 ویں صدی کا سنِ بلوغت کو پہنچا ہوا انسانی ذہن، عہدِ طفولیت کے ان اوہام و عقائد کا اور ان سے جُڑی زیارت، طواف، سعی اور قربانی جیسی عہدِ کہنہ کی رسومات کا، کیسے آج کے ترقی یافتہ علوم اور سائنسز (sciences) پر اطلاق کر سکتا ہے، ،،،،،، اور ان ناقابلِ فہم فضولیات کو کیسے ان جدید ترین علوم کے تقاضوں پر منطبق کر سکتا ہے؟ اگر یہ سب واقعی ایک بڑی غلط کاری ہے، اور غلط ثابت کر دیا جائے، تو پھر اُس الہامی "مخزونہِ علم و حکمت" کی، جسے قرآنِ حکیم کہتے ہیں، اصل و حقیقی تعلیم کیا کہتی ہے اور اس تعلیم کو کب کیوں اور کیسے مسخ کرتے ہوئے ایک گمراہ کن شکل دے دی گئی ہے؟

محترم قارئین، زیرِ نظر تحریر انہی سوالات سے نبرد آزما ہے۔ یہ ایک مشقت طلب کام ہے جو انہی سوالات پر تحقیق کی مہم سرانجام دیتا ہے اور انہی کے عقلی اور علمی جوابات پیش کرنے کی ایک نہایت سنجیدہ اور پُر خلوص کوشش کرتا ہے۔ یہ کشف و اکتشاف کی اُن دیرینہ اور حساس منازل سے آپ کو ساتھ لے کر آگے بڑھتا ہے جو آج تک دیومالائی افسانوں (Mythology) کی بنیاد پر قائم ہیں،،،، اور یہ تمام قدیمی افکار، اوہام، عقائد و اصنام کی اُس دنیا کو آگ لگا کر بھسم کر دیتا ہے جس کی جانب ایک ترقیِ معکوس کے سفر پر آپ کو جبراً دھکیلا جا رہا ہے۔ اور اس اندھی قدامت پرستی کی ترویج کے ذریعے ماڈرن سائنٹیفک (modern, scientific) اور سائبر دنیا (Cyber world) میں آپ کو ایک اضحوکہ (caricature) بنا کر پیش کیا جا رہا ہے۔ اس تحریر کا تجزیاتی اسلوب آپ کو مسئلہ کی حقیقی تشخیص، تدریج اور تعیین کے ذریعے، اُس قدیمی دیومالائی دنیا کے خاکستر سے، ایک نئی پُر مغز انقلابی دنیا تخلیق کرنے میں بھرپور مدد دیتا ہے۔ جو آپ کے اپنے خالص اور آزاد افکار کی ایک علمی (Academic) اور عقلی (Rational, Intellectual) دنیا ہے۔ ایک ایسی دنیا جو صدقِ بسیط کی روشنی اور الہامی شعور کے فیوض و برکات سے جگمگا رہی ہو گی۔ جو اندھی تقلید اور ذہنی غلامی کے تمام فرسودہ نشان مٹا کر آپ کو حقیقتاً آنے والے ایک اِفضل ترین اور لافانی مرحلہِ زندگی کی جانب صعود کی تیاری کی راہ پر ڈال دے گی۔ یہی آپ کے موجودہ مرحلہ زندگی کی جاری امتحانی جدوجہد میں آپ کا نصب العین اور مقصود و مطلوب ہے۔

(2) ابتدائیہ

زائرینِ کعبہ سے اقبال یہ پوچھے کوئی　　　　کیا حرم کا تحفہ زمزم کے سوا کچھ بھی نہیں

سن 8 ہجری میں مشرکینِ مکہ کی مستقل ریشہ دوانیوں کے نتیجہ میں، دین اللہ کی مخالفت کے اس ہیڈ کوارٹر (.H.Q) کی بیخ کنی کرنے کے لیے حضور ﷺ نے مکہ پر فوج کشی فرمائی۔ اس خاص مہم کا واحد قابلِ فہم مقصد مشرک اور باغی سرداران قریش کی مکمل سرکوبی کرتے ہوئے اُن کے پھیلائے نت نئی سازشوں کے مستقل فتنے کو ہمیشہ کے لیے جڑ سے اکھاڑ پھینکنا تھا، تا کہ مدینے کی روز افزوں ترقی پذیر حکومتِ الٰہیہ کی راہ میں حائل یہ آخری رکاوٹ بھی مؤثر انداز میں دور کر دی جائے۔ اور خطے کی مرکزی آبادیوں میں سے کسی میں بھی کوئی اسلام دشمن طاقت اپنا وجود برقرار نہ رکھ سکے۔ اُس ابھرتی ہوئی اسلامی طاقت نے یہ تزویراتی (strategic) مقصد خود رسول اللہ ﷺ کی زیرِ کمان، بغیر کسی جدال و قتال، بحسن و خوبی حاصل کر لیا۔

تاہم خالص سیاسی استحکام کے مقاصد رکھنے والے اس اہم اقدام کو، عہدِ ملوکیت کی دراندازی کی بنا پر، ہماری مروجہ روایات و تفاسیر میں، نہایت مبالغہ اور غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے، کعبے کے حصول کی حضور ﷺ کی خواہشوں اور آرزوؤں پر مبنی مہم کے طور پر ظاہر کیا جاتا ہے۔ بُت پرستی کے اس استھان کے قیام کو،،، جسے جان بوجھ کر **"کعبہ"** کا فرضی نام دے دیا گیا،،، حضرتِ آدم اور حضرتِ ابراہیم سے نسبت دی جاتی ہے۔ جبکہ یہ سب دیومالائی افسانوں سے لیا گیا وہ من گھڑت (fabricated) مواد ہے جو آپ کی سچی مذہبی عقیدتوں کا استحصالی استعمال کرتے ہوئے آپ کو گمراہی کے اندھیروں میں دھکیلتا ہے۔ کیونکہ ایسا کچھ بھی باوثوق ذرائع سے اور عام انسانی عقلِ سلیم کی رُو سے ثابت نہیں ہے۔

پوجا اور پرستش کی خوگر قوم کو رُجھانے کے لیے جزیرہ نمائے عرب کے مغربی خطے میں واقع اُس کالے پتھروں سے بنے کمرے (Cuboid) کو عالمِ اسلام کا قبلہ دیں اور کعبہِ ایماں بنا کر پیش کیا جاتا ہے جہاں یہودی عربوں کی قدیمی سلطنتوں کی باقیات (remnants) اور انہی عربی یہود کی غالب اکثریت کے درمیان، بُت پرست عربوں کی ایک مقابلتاً اقلیتی قوم، قبلِ اسلام کے دور میں، ننگ دھڑنگ پوجا کا عمل اور خالص ہندوانہ طرز پر طواف کرتے اور چیختے چلّاتے تھے۔ وہاں نصب ایک کالے پتھر کو جنت سے آیا ہوا تبرک قرار دے کر چوما چاٹا جاتا ہے، جس کا چند تاریخی ماخذات کی رُو سے ہندوؤں کے اوتار "شیولنگ" سے تعلق قائم کیا جاتا ہے،،،، اور اسی عمل کی کوششوں کے دوران نہ صرف ہجوم کے شدید دھکوں کا صدمہ سہنا پڑتا ہے بلکہ وہاں تعینات شرطہ کے تھپڑ کھانے اور لعنت ملامت بھی سننی اور برداشت کرنی پڑتی ہے۔ مسلمان کی اجتماعی مردہ عقل کا بیّن ثبوت زیارتِ حج کی اس تمام اندھی کاروائی سے زیادہ واضح طور پر شاید ہی کہیں اور دیکھنے کو مل سکے۔ مقام حیرت ہے کہ اس قوم کے پاس اپنی تاریخ کے مدبّرِ اعظم، خلیفہِ راشد ثانی، حضرت عمر خطاب (ر) کا یہ قول موجود ہے کہ یہ پتھر نہ کسی کا کچھ سنوار سکتا ہے اور نہ ہی کچھ بگاڑنے کی طاقت رکھتا ہے۔ مگر مسلمان پھر بھی ہدایت کی جانب آنے پر تیار نہیں۔ پھر دو پتھریلے ٹیلوں کے درمیان بھاگ دوڑ کی جاتی ہے اور انہیں صفا اور مروہ "پہاڑ" کہا جاتا ہے حالانکہ یہ نام نہاد پہاڑ، جنہیں دیکھ کر ایک چھوٹے سائز کا ٹیلہ بھی شرما جائے، صرف ایک اتنے چھوٹے سائز کے پتھر ہیں جو کنکریٹ کے چھت کے نیچے آسانی سے سما گئے ہیں۔ اپنے اندر کے چھپے ہوئے شیطان کی مسلسل پرورش کرتے ہوئے، اور اس کی جگہ پتھر کے بنے چند اجسام کو چھوٹا اور بڑا شیطان قرار

دیتے ہوئے، انہیں کنکریاں مارنے کا عمل اس وحشیانہ انداز میں پورا کیا جاتا ہے کہ ثواب حاصل کرنے کے جنون میں یہ کنکریاں اور ساتھ ہی پیروں میں پہنی جوتیاں ایک دوسرے کو بھی مارلی جاتی ہیں، اور پھر اسی جگہ جوشِ جنوں میں اکثر کچھ کمزوروں کو پیروں کے نیچے کچل بھی دیا جاتا ہے۔ مقامِ صد افسوس ہے کہ اُن کمزوروں کی سکراتِ موت کی حالت میں نکلتی ہوئی چیخیں بھی جنونِ وحشت میں مبتلا اس حیوانی ہجوم کے مذہبی ہیجان میں کوئی کمی پیدا نہیں کر پاتیں۔ ثواب کے حصول کی اس مہم میں یہ سنگباری شعوری فقدان اور غیر انسانی بے حسی کے ساتھ جاری رہتی ہے ۔

قارئین کے شرحِ صدر کے لیے عرض کیا جاتا ہے کہ تمام تر تاریخی تحقیق، واقعات و حوادث کے بے لاگ تجزیے، نیز قرآنِ حکیم کی نصوصِ صریحہ کے مطابق مذکورہ بالا تمام مبالغہ آرائیاں اور رسوماتی غلط کاریاں بنیادی طور پر نہ صرف باطل ثابت ہوتی ہیں، بلکہ دینِ اسلام کے خلاف ایک ہمہ گیر اور ہمہ جہت سازش کے ایک اہم حصے کے طور پر سامنے آتی ہیں۔ اس ضمن میں کی گئی تمام تر تحقیق، تجزیات اور صحائف کے مستند حوالے اس تحریر میں قدم بقدم آپ کے توجہ کے لیے بتدریج پیش کیے جاتے رہینگے اور اذہان میں پیدا ہونے والے تمام سوالات کے جوابات تسلی بخش انداز میں پیش کر دیے جائینگے۔ مقصد پیش نظر یہی ہو گا کہ اسلامی تعلیمات میں گہری سازشوں کے دروازے سے دراندازہو جانے والی باطل رسوماتِ پرستش کا پردہ چاک کر دیا جائے اور بُت پرستی کے رُحجان کے اس ثابت شدہ "رواجِ مکرر" کا قلع قمع کر دیا جائے۔ نیز باوثوق حوالہ جات سے یہ سامنے لایا جائے کہ **حج، کعبہ، قبلہ، بیت اللہ، بیت الحرام، مسجد الحرام** وغیرہ جیسے اس موضوع سے متعلقہ الفاظ و اصطلاحات (terminology) در حقیقت کیا معنی رکھتے ہیں اور ان سے قرآن حکیم کے متن کے سیاق وسباق میں دراصل کیا مراد لی گئی ہے۔

غور فرمائیے کہ تحقیق کی ابتدا ہی میں دو نمبر کے اسلام کے روایت پسندوں ہی کی سب سے ثقہ درجہ رکھنے والی سند،،،، یعنی صحیح بخاری، کتاب 59 سے، حدیث نمبر 584 پیش کر دی جاتی ہے، جو مندرجہ بالا تاریخ ساز واقعہ، یعنی فتحِ مکہ پر حضور ﷺ کا ایک ایسا معنی خیز اور چونکا دینے والا ردّ عمل بیان کرتی ہے جو فتحِ مکہ کے موقع پر نام نہاد کعبہ کے لیے آنجناب کی جانب سے کسی بھی تڑپ یا آرزو یا خواہش کی نفی کرتا ہے اور اس بُت پرستی کے استھان کے حصول کو کوئی بھی اہمیت دینے سے قطعاً انکار کرتا ہے۔ نہایت غور سے مطالعہ فرمائیے:-

"ابن عباس نے فرمایا: جب اللہ کے نبی مکہ میں داخل ہوئے تو انہوں نے بُتوں کی موجودگی میں کعبہ میں داخل ہونے سے انکار کر دیا۔ لہذا انہوں نے حکم جاری کیا کہ ان کو وہاں سے باہر نکالا جائے۔ حضرات ابراہیم اور اسماعیل کی تصاویر جن میں ان کے ہاتھوں میں فال نکالنے والے تیر پکڑے ہوئے تھے، باہر لے جائی گئیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "اللہ ان کفار کو غارت کرے کہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضرات ابراہیم و اسماعیل نے کبھی ایسے تیروں سے فالیں نہیں نکالیں"۔ اس کے بعد نبی ﷺ کعبے میں داخل ہوئے،،،، اور اس کی تمام اطراف و جوانب رُخ کر کے "اللہ اکبر" کہا۔ **اس کے بعد آپ باہر تشریف لے آئے اور وہاں نماز بھی ادا نہیں فرمائی۔"**

معزز قارئین، **اصولی طور پر دیکھا جائے تو جعلی اسلام کو اندھی عقیدت کے تحت ماننے والی غالب اکثریت کے لیے تو صحیح بخاری کی اس حدیث کے ذریعے، مکہ و نام نہاد کعبہ** کی خود رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں ثابت شدہ اس بے مائیگی اور کالعدم حیثیت کے بعد، حقیقتاً اس مقام کی کوئی دینی یا روحانی اہمیت باقی نہیں رہ جانی چاہیئے؛ نیز حضور رسالتمآب ﷺ کی جانب سے اس مذکورہ رویہ کے نتیجے میں اس مقام کو کالعدم قرار دینے کے لیے کسی دیگر ثبوت کی بھی کوئی ضرورت محسوس نہیں ہونی چاہیئے۔ تاہم اس مقام کا کعبہ نہ ہونا اس تاریخی حقیقت سے بھی ثابت ہے کہ حضور ﷺ اپنی حیاتِ

مبارکہ کے بقایا برسوں میں کبھی دوبارہ اس نام نہاد **"مرکزِ دین"**، **کعبہِ ایمان"** یا **"المسجد الحرام"** کی زیارت کے لیے تشریف نہ لائے۔ حد تو یہ کہ آپ ﷺ نے یہاں موجود اپنے آبائی گھر بار بازیاب کرانے میں کوئی دلچسپی نہ لی۔ آپ ﷺ نے مرکزِ حکومتِ اسلامیہ کو **مدینہ شریف** سے اس "اسلامی مرکز" میں منتقل فرمانے کا کوئی ارادہ اور خواہش ظاہر نہ فرمائی۔ غرضیکہ **"اللہ کے اس نام نہاد گھر"** سے آپ کا کوئی تعلق یا براہ راست عقیدت کا واسطہ قبل یا بعد از فتحِ **مکہ** تاریخی شواہد سے ہر گز ثابت نہیں ہے۔

یہاں البتہ یہ یاد رہے کہ مذکورہ حدیث تو بالسبیل تذکرہ درج کر دی گئی ہے کیونکہ ایک بڑا اور طاقتور مکتبِ فکر انہی سنی سنائی اور گلیوں بازاروں سے اُٹھائی گئی احادیث پر مبنی ایمان کا حامل ہے۔ وگرنہ تحریرِ ھذا کی ایک ایک سطر تاریخی، دینی، آثاریاتی اور علمی ثبوتوں اور براھین سے پُر ہے۔ یہاں عہدِ ملوکیت کے تحت، چھُپے ہوئے علمائے یہود کی گھڑی ہوئی، روایات و احادیث کہلانے والی، شر انگیز کہانیوں کے لیے کوئی گنجائش نہیں رکھی گئی۔

یثرب، یعنی مدینۃ الرسول، **فتح مکہ** کے بعد بھی حسبِ سابق مرکزِ حکومتِ الٰہی رہا۔ مرکزی سیکریٹریٹ (Central Secretariat) کے فرائض کی انجام دہی حضور ﷺ کے دور میں اور بعد ازاں، حضرت عثمان کی خلافتِ راشدہ کے آخری دن تک، **مسجدِ نبوی** میں کی جاتی رہی۔۔۔۔۔۔۔ یہاں تک کہ تاریخ کی وہ منحوس گھڑی آ پہنچی جب زیرِ زمین سرگرمِ عمل اسلام دشمن طاقتوں کی تیاریاں مکمل ہو گئیں اور حضرت عثمان کو 35 ہجری (656 عیسوی) میں ایک منظم سازش کے تحت شہید کرنے کے ساتھ ہی مملکتِ اسلامیہ میں ایک انقلابِ معکوس برپا کر دیا گیا۔ شہادت عثمان (ر) کے فورا بعد اس انقلابِ معکوس کی منصوبہ بند کاروائی کا دوسرا بڑا اقدم شام کے طاقتور گورنر، قریش کے بڑے سردار ابوسفیان بن حرب کے فرزند، امیر معاویہ کا اپنی خود مختاری کا اعلان تھا۔

یہ ایک قیامتِ صغریٰ کا نزول تھا۔ ایک ظالمانہ اور دائمی قائم رہنے والے عہدِ ملوکیت کا آغاز اور خلافتِ راشدہ کے ہمیشہ کے لیے غروب ہو جانے کا یہ دل دوز نظارہ چشمِ فلک نے خون کے آنسو بہاتے ہوئے دیکھا۔ اصول و اقدار مٹ گئیں۔ الفاظ و اصطلاحات کے معانی بدل دیے گئے۔ حسن و قبح کے معیارات بدل گئے۔ حقیقی اسلام کا انہدام ہوا۔،،،، اور اس کے کھنڈرات سے ایک جعلی اسلام کی تشکیل کا آغاز ہوا،،،،،، یہ ایک ایسا اسلام تھا جو ملوکیت کو ساز گار تھا اور اس کے مذموم استحصالی مقاصد کی تکمیل کرتا تھا۔ جس کی تعلیمات میں عقل و خرد کو خیر باد کہتے ہوئے ایک مربوط منصوبہ بندی کے تحت دیومالائی کہانیاں اور عہدِ کہن کے فسانہ و افسوں بھر دیے گئے۔ اس مہم میں تمام تر علمی اور تصنیفی مدد اُن عربی النسل یہودی سکالرز سے حاصل کی گئی جو مسلم علماء کے بھیس میں اُس عظیم سازش کے اہم کل پُرزے تھے۔ وہ 35 سالہ دورِ انسانیت جس کی بنیادیں الہامی راہنمائی پر رکھی گئی تھیں اور جس کا نصب العین اعلیٰ ترین انسانی سیرت و کردار کی تعمیر تھا، اختتام پذیر ہوا۔ گر یہ نیم شبی، آداب سحر گاہی، جوہرِ تخلیق، امن، حفظ و ارتقاء کا سلسلہ، احترامِ انسانیت، رضائے الٰہی،،،، تمام بنیادی قدروں کا جنازہ نکل گیا۔ باقی جو رہ گیا وہ بالادستوں کی عزت و تکریم اور زیر دستوں کی رسوائیوں اور اسلام دین اللہ کی جگ ہنسائیوں کی بے توقیر راہ تھی جس پر آج تک دو نمبر کے اسلام کا یہ کارواں جادہ پیما ہے اور جو فی الاصل، جیسا کہ ہم سب کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، غلامی اور ضلالت کے تحت الثریٰ میں نیچے ہی نیچے لڑھکتا جا رہا ہے۔ دیکھیں کہ یہی حقیقت علامہ اقبال کس قدر حتمی انداز اور واشگاف الفاظ میں آشکار کر گئے تھے:-

منزل و مقصودِ قرآں دیگر است　　　　رسم و آئینِ مسلماں دیگر است

35ہجری میں لائے گئے اس ہولناک انقلابِ معکوس (counter-revolution) کے بعد معرضِ وجود میں لائی جانے والی کہانیوں میں ہمارے موجودہ دونمبر کے اسلام اور اس کے مسلمہ ارکان کی بنیاد پوشیدہ ہے۔ ہمیں متوارث ملا ہوا اسلام، اپنے تواتر و تسلسل میں فی الحقیقت وہ نو تشکیل شدہ (re-structured) اسلام ہے جو عہدِ ملوکیت کا اور اکثریتی مقامی عربی النسل یہودی سکالرز کا ایسا تحفہ ہے جس میں حقیقی اسلام کی کوئی قدر، کوئی اصول اور کوئی قانون نہیں پایا جاتا۔ ہمارا یہ نیا اسلام 35ہجری سے اپنا آغاز کرتا ہے اور از سرِ نو تشکیل کے مراحل سے گذر کر بنایا گیا اسلام ہے۔ یہ بادشاہوں کے مزاج کے موافق ہے، کیونکہ یہ عوام کو جہالت کے اندھیروں میں مقید رکھتا اور ازمنہِ قدیم کی متروک رسومات میں مشغول رکھتا ہے۔ یہ بادشاہوں اور ان کے درباریوں اور حواریوں کے اقتدار کو دوام بخشتا ہے۔۔۔۔۔**یہی وہ دو نمبر کا اسلام ہے جس کے تحفوں میں نماز، روزہ کی موجودہ اشکال بھی شامل ہیں،،،،، اور یہی اسلام ہمیں ایک بڑے ثواب، یا ایک مکمل مغفرت کا لالچ دے کر "حج" جیسی بڑی پتھر پرستی پر مبنی زیارت کا حکم دیتا ہے۔**

قارئین، اس حقیقت پر منطقی انداز میں غور فرمائیے، کہ کیا خلافتِ راشدہ کی بزورِ طاقت پامالی کے بعد اچانک ایک مطلق العنان ملوکیت کے منظر نامے (scenario) میں تبدیل ہو جانے والے حالات میں حقیقی اسلام دین اللہ اپنی بقاء و اصل کو قائم رکھ سکتا تھا؟ یا،،، بصورتِ دیگر،،،، کیا اسلام دین اللہ کے نفاذ کے جاری رہتے ہوئے، ملوکیت کا آغاز اور برسرِ اقتدار آجانا ممکن تھا؟ اس ناچیز کو یقین ہے کہ ہر قاری کا جواب نفی میں ہو گا۔ گفتگو کا ماحصل یہ ہے کہ حقیقی دینِ اسلام کو لپیٹ دیا گیا تو تب ہی ملوکیت یعنی تلوار کے زور پر قائم ہونے والی بادشاہت و شہنشاہیت اپنے منحوس قدم جمانے میں کامیاب ہوئی۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی کی تصنیف "خلافت اور ملوکیت" میں اس انقلابِ معکوس کے اسباب و علل کافی وضاحت سے بیان کیے گئے ہیں۔ لیکن یہ تصنیف بھی اس انقلاب کے پسِ پشت موجود ایک انتہائی فعّال، سازشی، اموی/یہودی مشترکہ اجتماعی کردار کے بارے میں خاموش ہے۔ اس لیے اس انقلاب کے مکمل اسباب و علل اور اس سے وابستہ قدیمی و خارجی تناظر سے محروم، نیز اس کے جلو میں نمودار ہونے والے خوفناک نتائج کی حقیقت سے نابلد، ایک محدود تحقیق ہے جس کا سراسر انحصار مسلم دنیا کی اندرونی تواریخ پر ہے جو ملوکیت کے اثرات سے بھری پڑی ہیں۔ اور اموی اور عباسی خلفاء کی بے مہار جنسی عیاشیوں تک کو مذہبی جواز اور اسلامی لباس فراہم کرتی ہیں۔ پاکستان کی طاقتور مذہبی پیشوائیت کے پسِ منظر میں یہ بہر حال ایک جراتمندانہ تصنیف تھی جہاں ہماری تواریخ میں سے ان مخصوص نکات کو محققانہ انداز میں اجاگر کیا گیا جن سے صرفِ نظر کر کے گذر جانے کا خاموش حکم نافذ تھا۔ مودودی صاحب کو کافی کڑی تنقید کا سامنا کرنا پڑا۔

معزز قارئین، ہمارا موجودہ اسلام وہ اسلام ہے جس کا دین اللہ سے، اللہ کے عالی مقام رسول ﷺ کے قول و فعل سے یعنی حقیقی سنتِ رسول سے، اللہ کی کتابِ حکیم کے ارشادات سے، کوئی تعلق نہیں ہے۔ حقیقی دین اللہ کو 35ہجری (656عیسوی) میں، بعد شہادتِ عثمان (ر)، انقلابِ معکوس کے برپا ہونے، اور ملوکیت کے قیام کے بعد کے اگلے سینتیس سالوں میں، یعنی شہادتِ ابنِ زبیر (693عیسوی) تک اتنا گہرا دفن کر دیا گیا تھا کہ آج بھی، جب کہ "رجعت الی القرآن" کی عالمگیر تحریک پر کام کرنیوالی چار پانچ نسلیں گذر چکی ہیں، اور سابقہ ڈیڑھ سو سال سے زائد کی کاوشیں بھی ریکارڈ پر موجود ہیں، اس کے مکمل آثار و باقیات دریافت کرنے کی اجتماعی سعی، نصف کی نسبت سے بھی کامیابی حاصل نہ کر پائی۔

اس افسوسناک ناکامی کی تین بڑی وجوہات دریافت کی گئی ہیں: 1) ازل سے تحقیق دشمن چلے آرہے عالمِ اسلامی کی کسی بھی مملکت نے اس اہم ترین مہم کی سرپرستی کرنا گوارانہ کی۔ 2) اہلِ یہود کے تشکیل دیے گئے نمبر 2 اسلام کی وارث و سرپرست مذہبی پیشوائیت (مولویت) نے اپنے اقتدار کی راہ میں آنے والی ایسی ہر مہم کی راہ روکنے کے لیے سردھڑ کی بازی لگادی۔ اور 3) قرآن پر کام کرنے والی جماعتیں اب تک صدیوں سے چلے آرہے دو نمبر کے جعلی اسلام کے موروثی نفسیاتی اثرات کو اپنے اذہان سے پوری دلجمعی اور بے رحمی سے بیک جنبشِ قلم ختم کردینے میں کامیاب نہ ہو سکیں۔ حیاتِ رسول کے دوران سرزمینِ عرب کے بر سرِ زمین حقائق کی تاریخ سے تقریباً نابلد ہمارے قرآنی سکالر آج تک صرف ایک مفروضہ عجمی فتنے کا راگ الاپتے رہے، جس کی وجہ سے اس ہمہ گیر سازش کی گہرائی اور حجم ماپنے سے محروم رہے۔ فی الاصل تو سیاست اور دینِ اسلام پر عجمی یعنی ایرانی اثرات 132 ہجری سے قبل مرتب ہی نہیں ہو سکتے تھے جب ایرانیوں کے تعاون سے عباسیوں نے حکومت پر قبضہ جمایا۔

اُس کاٹ کھانے والی عرب ملوکیت اور اس کے یہودی مشیران نے حقیقی اسلامی دور کی ہر نشانی، ہر ثبوت، ہر ریکارڈ، اور ہر آثار و باقیات کو اس کامیابی سے مٹادیا کہ آج ہمیں کوئی واحد تحریر بھی ایسی دستیاب نہیں جو اُس دورِ بابرکات پر روشنی ڈال سکے اور درست سمت میں ہماری راہنمائی کر سکے۔ اُس انقلابِ معکوس کے ذریعے عرب ملوکیت کے نمودار ہونے پر قرآن کو اس کی گہرائیوں کے ساتھ جاننے والے ہر فرد و بشر کو تہ تیغ کر دیا گیا۔ کچھ گوشہ نشینی اور گمنامی (obscurity and oblivion) میں مر گئے۔ ان میں سے معدودے چند مناصب کا لالچ دے کر یا جان کے خوف سے دوچار کر کے ساتھ ملا لیے گئے۔ **دارالحکومت مدینہ** کو قتلِ عام کر کے اجاڑ دیا گیا، اور وہاں حکومتی اور دینی ریکارڈ کا ایک ایک ورق اندھادھند تلف کر دیا گیا اور جہاں پھر، بعد ازاں، ایک طویل مدت تک ویرانیوں نے ڈیرا جمالیا۔ **مکہ** پر بھی فوج کشی کی گئی اور منجنیقوں کا استعمال کرتے ہوئے **نام نہاد کعبہ** اور شہر کو مسمار کر دیا گیا۔ حقیقی اسلام کی آواز بلند کرنے والے ہر ذی روح کا سر قلم کر دیا گیا۔ دمشق کو ملوکیت کا دارالحکومت قرار دے دیا گیا جو جلد ہی تمام تر سیاسی، معاشرتی، معاشی اور مذہبی تحرک (activity) کا مرکز بن گیا۔

قارئین حقیقت حال کا بالائی سطح سے منظر دیکھنے کے لیے کسی بھی مستند اسلامی تاریخ کا مطالعہ کر سکتے ہیں جس میں حرہ کے قتل عام کے نام سے مدینۃ النبی کو مکمل اُجاڑ دینے کی کاروائی قلمبند ہے، نیز عبداللہ ابن زبیر کی "بغاوت" کے حوالے سے **مکہ اور کعبہ** کی مسماری کی تفصیلات بھی، جستہ جستہ، بیان کی گئی ہیں۔

مدینہ النبی اور مکہ جلد ہی دو بھولے بسرے دور افتادہ صحرائی پڑاؤ یا کلبہِ احزاں کی حیثیت اختیار کر گئے۔ پھر تاریخ نے ایسا موڑ اختیار کیا کہ دمشق کے محلات میں آباد اموی خلفاء نے اپنے یہودی مشیران کے تیار کردہ منصوبے پر عمل کرتے ہوئے جلد ہی بعد مکہ میں موجود سابقہ بُت پرستی کے استھان کو جعلی اسلام کا مرکز بنانے کی اشد ضرورت محسوس کی۔ حقیقی اسلامی تعلیمات کا خلا پُر کرنے کے لیے عرب جاہلیہ کی رسومات و رواج کی ترویج نو کو مناسب سمجھا گیا کیونکہ یہ عربوں کے موروثی مزاج سے موافقت رکھتی تھیں۔ کیونکہ شہر مکہ دورِ جاہلیہ میں مشرکین کا مرکز تھا اور قریش کی، خصوصاً" بنوامیہ کی، سیادت کا گڑھ اور ان کی معیشت کا ایک بڑا ذریعہ بھی، پس یہ مذہبی سیادت اور معاشی ذریعہ ہمیشہ کے لیے قائم رکھنے کے اغراض و مقاصد بھی پیشِ نظر رکھے گئے؛ اور ان سب مقاصد کی روشنی میں شہر مکہ کو دوبارہ اہمیت دے کر آباد کر دیا گیا۔ کعبہ کے استھان کو مرکزِ ملت قرار دیا گیا؛ بر سر اقتدار اموی سلاطین نے اس کی تعمیرِ نو کروائی اور جاہلیہ کی رسمِ حج کو اسلامی جامہ پہنا کر (Islamize) کبھی کبھار بنفسِ نفیس ایک نمائشی زیارتِ حج

کی ادائیگی کرتے ہوئے اس کی سرکاری طور پر ایک سالانہ مسلم رسم پرستش کی حیثیت سے توثیق کر دی؛ اور دیگر تمام متعلقہ رسومات اور پرستش کی کارروائیوں کو از سرِ نو زندہ کر دیا۔ پھر مسلمان علماء کے بھیس میں موجود یہودی علماء کو اس رسم کی برکات اور فیوض، نیز کعبے کی من گھڑت تاریخ کی تشکیل اور اس کے فرضی تقدس کی داستانیں گھڑنے کی کھلی چھٹی دے دی گئی۔ اس آخری کارروائی میں تحریری مہمات کے ذریعے گمراہی پھیلاتے ہوئے اس میدان میں مبالغہ آرائیاں کرنے میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیے گئے۔

وائے بد نصیبی، کہ یہی سب کچھ آج مسلمان کا تاریخی، دینی و تہذیبی ورثہ تصور کیا جاتا ہے۔

(3) تعارفِ ذات و وجہِ تحقیق

بتاؤں تجھ کو مسلماں کی زندگی کیا ہے　　یہ ہے نہایتِ اندیشہ و کمالِ جنوں
نہ اس میں عصرِ رواں کی حیا سے بیزاری　　نہ اس میں عہدِ کہن کے فسانہ وافسوں
حقائقِ ابدی پر اساس ہے اس کی　　یہ زندگی ہے نہیں ہے طلسمِ افلاطوں

شعوری ارتقاء کے نتیجے میں انسانی زندگی میں آگہی کے لیے پیدا ہو جانے والی انمٹ تڑپ ، اور کبھی اطمینان پذیر نہ ہونے والی تلاشِ پیہم کو،،،، دانائے راز نے نہایت خوبصورتی سے "نہایتِ اندیشہ" اور "کمالِ جنوں" سے تعبیر کیا تھا۔ طلسمِ افلاطون کے دائرے سے باہر نکل آنے والی زندگی کیونکہ اپنی اساس حقائق ابدی پر رکھ لیتی ہے اس لیے اس کا اکتشاف و دریافت کے لیے بے قرار، سیماب صفت ذہن، عہدِ کہن کے فسانہ وافسوں کی بھول بھلیوں میں مقید نہیں رکھا جاسکتا۔ مسلمانانِ عالم کے اذہان میں نہایت گہری جڑیں پکڑے بیٹھا **زیارتِ کعبہ اور حج کا فریضہ بھی** اپنے اندر رمز و ایمائیت کا سمندر لیے ایک ایسا ہی طلسمِ افلاطون تھا ،،،، جو شعور کو کام میں لاتے ہی چشمِ زدن میں دل و دماغ پر مہر لگا دیتا تھا۔ محراب و منبر کے کارفرماؤں سے سوال کرنا کارِلاحاصل تھا کیونکہ جواب میں جس مردہ استخراجی(**Deductive**) منطق کا سامنا کرنا پڑتا تھا وہ ایک باشعور استقرائی (**inductive**) ذہن میں قبولیت کی سطح کے قریب بھی نہ پھٹکتا تھا۔

دراصل استخراجی منطق صرف ایک جامد فکر کے لیے کھوکھلی منطقی اساس مہیا کرنے کے علاوہ اور کسی مصرف کے لیے کارآمد نہیں ہوا کرتی۔ جبکہ استقرائی منطق کا آغاز ہی اس سے ہوتا ہے کہ غلطی کا امکان مسترد نہیں کیا جاسکتا۔ علامہ اقبال نے "خطبات" میں اسلامی فقہ کی اساس سے بحث کرتے ہوئے ان ہی منطقی رویوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے لکھا تھا کہ: "یہ دراصل قانونی تحقیق و تفتیش میں استخراج اور استقراء کا نزاع تھا"۔ یہی استقرائی منطق یورپ میں نشاۃ ثانیہ کی نوید تھی اور حریت فکر اور علوم میں تحریک کی موجب بنی۔ اسی نے سائنسی فکر کی بنیاد استوار کرتے ہوئے تجزیہ و تحلیل اور تحقیق و تجسس کی راہیں منور کرتے ہوئے فکرِ نو کے چراغ فروزاں کیے۔ تاہم یہ استخراجی منطق کا چراغ گل نہ کر سکی کیونکہ فلسفہ، مذاہب، الٰہیات اور اخلاقِ عامہ میں اسی کا سکہ چلتا رہا۔

بنابریں، جو کچھ رودادِ چمن حج کے اس "عظیم تجربے" سے گذر کر آنیوالوں کی زبانی سننے کا اعزاز حاصل ہوا تھا اور جس لاحاصل تگ و دو، بد نظمی اور نفسا نفسی کی نقشہ کشی زبان زدِ عام تھی ، ان سے تو کچھ ایسا باور ہوتا تھا کہ ہماری مسلمان قوم اُسی استخراجی فلسفے پر چلتے ہوئے ابھی تہذیب کے قرینوں سے کوسوں دور ہے۔ ایک ایسا عظیم فریضہ ، ایک اتنا مقدس و متبرک مقام،،،، اور ایک بے مہار ہجوم کی وحشیانہ نقل و حرکت !،،،، نہ کسی کمزور کا خیال، نہ صنف نازک کا ذرہ برابر احترام، نہ ہی کسی بچے کی حفظ و بقاء کا احساس، نہ ہی کسی گر جانے والے کو سہارا دے کر اٹھا دینے کی فکر! نہ کوئی نظم نہ ضبط اور نہ ہی کسی پیروں تلے کچلی جانے والی انسانی زندگی کی کوئی پرواہ!

قارئین، بے شمار اعزاء اور واقف کاروں کے ان ذاتی تجربات سے یہ ثابت ہوا کہ شعوری ارتقاء کا دروازہ ہی بند کر لیا جائے، اور زندگی بڑے مزے میں حیوانی وجود کی جبلتوں کے تقاضے پورے کرنے میں ہی گزار دینے کی خُو اپنا لی جائے، تو پھر انسان کے اندر مادی زندگی کی حیوانی خواہشات کو کمال خود غرضی و بے حسی کے ساتھ پورا کرنے کے علاوہ کوئی شعوری یا اخلاقی اقدار باقی نہیں رہتیں۔ پھر معاشروں میں یہ صورت حال نمودار ہو جاتی ہے کہ کہاں کا غور و فکر، کیسی تحقیق، کیسا اندیشہ اور کیسا جنوں!! بے مغز دلیلیں، فتنہ گر چالیں، اپنی اپنی افتادِ طبع، خوئے تصادم، زعمِ تقویٰ اور خبطِ عظمت انسان کا مقصود و منتہا بن جاتے ہیں، اور عقلِ خود بیں پر مبنی فریب کار حیوانی دانش ہی خدا ٹھہرتی ہے۔ پھر یوں ہوتا ہے، کہ یہی از منہ قدیم سے درآمد کی ہوئی اجتماعی پرستشیں، پُر ہجوم زیارتیں اور قربانی کے نام پر سفّاکانہ خون کی ارزانی جیسی نمائشی رسومات، اور اس راہ میں نہ صرف دوسروں کو پیروں کے نیچے کچلنا، بلکہ قدرے خود اذیتی بھی جھیل لینا، فیوض و برکات کا ماخذ و منبع ٹھہرتے ہیں، اور زندگی بھر کے ارتکاب کردہ جرائم و گناہ کی مغفرت کا راست اور فوری ذریعہ بھی مان لیے جاتے ہیں۔ مسلمان کی زندگی گذری ہوئی طویل صدیوں کے بعد بھی اسی کیفیت کا ایک حتمی نمونہ اور ایک روشن مثال ہے۔ شاعر نے کیا خوب اس صورتِ حال کی منظر کشی کی ہے:-

اوہام کا رُباب اور قدامت کا ارغنوں — فرسودگی کا سحر اور روایات کا فسوں
اقوال کا مِراق، حکایات کا جنُوں — رسم و رواج و صُحبت و میراث و نسل و خوں
افسوس یہ وہ حلقہِ دامِ خیال ہے — جس سے بڑے بڑوں کا نکلنا محال ہے

انہی سوچوں میں گم، گزشتہ چند برسوں سے ذہن میں ایک کشمکش جاری تھی، جس کی جڑیں دُور عین عالمِ شباب میں ادا کیے ہوئے فریضہ حج، زیارتِ کعبہ، بشمول عمرے سے پیوست تھیں۔ ان مہمات کی یادیں جو آج تک شعور کے نہاں خانوں میں ایک خودکار اور فطری عمل کے طور پر تفصیل کے ساتھ محفوظ اور ہمیشہ تازہ تھیں، بہت ہی حقیقت افروز تھیں۔ یہی یادیں بعد ازاں زندگی کا روگ بن گئیں اور فکر و عقائد میں بنیادی تبدیلیوں کا موجب ہوئیں۔ تشکیک کا ایک قابلِ ذکر دور وجود پر مسلط رہا۔ ایک عرصہِ دراز تک یہ شعر اس ناچیز کی بھٹکتی روح کے احوال کا آئینہ دار رہا:-

طلسمِ خاک کے پھیلے ہوئے غبار میں ہوں — نہ جانے کون ہوں اور کس کے اختیار میں ہوں

ذہن میں جاری یہ پُر اذیت کشمکش دراصل ایک بند لاوے کے مانند ہمہ وقت اُبلتے رہنے کی سی کیفیت رکھتی تھی جو پھٹ کر باہر بہہ جانے کو بے قرار ہو۔ یہی کیفیت آنے والے دور میں اس عاجز کی پوری زندگی کا دھارا اور سوچ و فکر کی سمت یکسر تبدیل کرنے والی تھی۔ تجربات، مشاہدات اور محسوسات اپنے اظہار کے لیے مناسب و موزوں وقت کے بے چینی سے منتظر تھے۔ لیکن زندگی کی ہمہ وقتی ذمہ داریاں کاغذ اور قلم کے ساتھ ایک گوشہِ عافیت میں بیٹھ جانے کا کوئی موقع فراہم نہ کرتی تھیں۔ سوچتا تھا کہ، اے بارِ الہا، کیا میں اپنا یادوں کا اندوختہ، اپنے وجود کی توڑ پھوڑ، اپنے اندرون میں وقوع پذیر انقلابی تبدیلیاں، اپنی مایوسیاں اور صدمات، اپنے اندیشے، تفکرات اور الجھنیں کبھی صفحہِ قرطاس پر نقش بھی کر پاؤں گا،،، یا ساتھ لے کر اگلی منزل کی جانب رختِ سفر باندھ لونگا؟ کیا میرے دردِ دل کا مداوا کبھی ہو سکیگا،،، اور میرے مقصدِ تخلیق کی تکمیل ہو پائیگی،،، اگر،،، میں انسانی منفعت و عمومی آگہی کے لیے وہ حقائق منظرِ عام پر لائے بغیر گذر گیا جن کا تُو نے مجھے فہم و ادراک عطا فرمایا اور جو میری اندرونی شعوری ذات پر میرے

وجدان کے ذریعے منکشف ہوئے،،،، اور بالآخر میری شعوری ذات کے ارتقاء کے عمل میں ممد و معاون ثابت ہوئے۔ کیا یہ دائمی گلہ، یہ محرومی، حیاتِ آخرت میں بھی میرے نصیبوں کے ساتھ جُڑی رہیگی کہ، بقولِ شاعر:

افسوس بے شمار سخن ہائے گفتنی   خوفِ فسادِ خلق سے ناگفتہ رہ گئے

لیکن لاکھ لاکھ شکر ہے اُس مالک و آقا کا، کہ وہ مبارک سعادت آخرِ کار مجھے نصیب ہو ہی گئی کہ اس عظیم فریضے اور اس سے متعلق حقائق کو ایک مشکل اور وسیع تر مطالعے اور تحقیقاتی تجزیے کی مدد سے روشنی میں لانے کی مہم سر انجام دے سکوں۔

عزیز قارئین، اگرچہ کہ مذہبِ اسلام میں فکر و تحقیق کا میدان منزلِ ہفت خواں سر کرنے سے کم نہیں ہے۔ اور ہمارے ملک کے بیشتر نامور دانشور / مناظرین / واعظین اس پُر خار راہ سے ہمیشہ دامن کشاں گذر جاتے رہے ہیں۔ کیونکہ ہمیں بتایا جاتا ہے کہ مذہب کی بنیاد ایمانیات پر ہوتی ہے اور ایمان(**faith**) اور فکر(**thought, reason**) دو متضاد چیزیں ہیں۔ یہاں تو اگر کوئی مسلم ہے تو مفکر اور محقق نہیں ہو سکتا۔ اور اگر وہ مفکر و محقق ہے تو مسلم نہیں ہو سکتا۔ یہی طرزِ عمل صدیوں سے جاری و ساری ہے۔ آج از منہِ وسطیٰ کے جن مسلم دانشوروں پر بہت زیادہ فخر و انبساط کا اظہار فرما کر انہیں اپنایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ "ہمارے" ان دانشوروں کی سوچ و فکر سے ماڈرن یورپ کی نشاطِ ثانیہ کا آغاز ہوا، جیسے اندلس کا مشہورِ عالم سکالر، ابنِ رُشد، تو حقیقت دراصل یہ ہے، جو عموماً چُھپالی جاتی ہے، کہ ان سب پر اپنے اپنے وقت میں فکر و تحقیق کے جرم میں اِس اسلامی دنیا نے کفر و الحاد کے الزامات لگائے۔ ان پر عرصہِ حیات تنگ کر دیا گیا۔ انہیں جیلوں میں ڈالا اور جلاوطن کیا گیا۔ ابنِ رشد کی کتابوں کو اہلِ یورپ نے 700 سال بعد "کھنڈرات" سے بر آمد کیا، نئی زندگی دی، تراجم کیے اور علم و آگہی کی ایک نئی دنیا دریافت کر لی۔

فلہذا اسلامی دنیا میں فکر و تحقیق کی راہ نہ صرف پُر خار، بلکہ دراصل خودکُشی کی راہ ہے۔ لیکن یہ عاجز خوب آگہی رکھتا ہے، اور یہ حقیقت اپنی جگہ موجود ہے، کہ اسلام اپنی اصل و بنیاد میں مذہب ہے ہی نہیں۔ یہ دین ہے۔ دین زندگی کے اسلوب و قانون کو کہتے ہیں، جس کی بنیاد ہی فکر و عقل و بصیرت پر ہوتی ہے۔ وہ تمام لوگ جو اسے دین کے طور پر اختیار کرتے ہیں ان کا راستہ فکر، حجت اور تحقیق کا راستہ ہی ہوتا ہے۔ پس آج بھی، اس غلامی و ضلالت کے دور میں، کوئی تو ہو جو حقائق ابدی پر تفکیر و ارتکاز کرے،،،، جو بارش کا پہلا قطرہ بنے اور،،،، جو ایک نئے عہد کا دیباچہ اس طرح تحریر کر جائے کہ اس کے بعد یہ سلسلہ نسل در نسل جاری رہے۔ اور بالآخر فرسودہ اور جامد عقائد و اعمال کے اندھیروں کی بجائے فکری صداقتوں کی انقلاب انگیز روشنی سے اسلامی دنیا جگمگا جائے۔

حجوں کی ادائیگی کے دوران خود پر اور اپنی فیملی پر گذری سبق آموز خود نوشت کو علیحدہ رکھتے ہوئے اس کتاب میں قارئین کے تجزیہ کے لیے مسئلہِ زیرِ بحث کو دو مختلف جہتوں سے دو علیحدہ علیحدہ ابواب میں گرفت میں لیا گیا ہے۔ ایک باب اُن تمام الفاظ و اصطلاحات کی انتہائی علمی و تحقیقی انداز میں چھان پھٹک کرتا ہے جو قرآنِ حکیم کی دو نمبر کی تفاسیر اور ان کے منفی اثرات کے تحت کیے گئے اردو / انگلش تراجم میں اُسی "نام نہاد کعبے" کے معنی میں لیے جاتے ہیں اور اس حربے کے استعمال سے اُس بڑی گمراہی کو سندِ قبولیت عطا کی جاتی ہے۔ کم از کم دس عدد مشہورِ عالم مستند عربی لغات میں تحقیق سے اِن مخصوص الفاظ و اصطلاحات کے حقیقی معنی دریافت کرنے کے بعد انہیں اِن سے متعلقہ قرآنی آیات کے سیاق و سباق کے ساتھ جوڑ کر پیش کر دیا گیا ہے

تا کہ نفسِ مضمون کی اصل روح کو سمجھنے میں کسی بھی غلطی کا امکان باقی نہ رہے۔ اور اس دقیق عمل سے ثابت کر دیا گیا ہے کہ ان الفاظ و اصطلاحات سے **شہر مکہ** میں بنا ہوا کالے پتھروں کا یہ بُت پرستی کا استھان ہر گز مراد نہیں ہے۔

دوسرا باب ان تمام الفاظ و اصطلاحات کو زیرِ بحث لاتا ہے جن کا غلط استعمال کرتے ہوئے **"رسمِ حج"** کو ایک زیارت اور مذہبی فریضے اور ایک بڑی پرستش و عبادت کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے۔ اس باب میں فریضہ**حج** سے متعلقہ تمام قرآنی آیات کو ان کے سیاق و سباق میں لفظ **"حج"** کے حقیقی لغوی معانی کی بنیاد پر از سرِ نو ترجمہ کیا گیا ہے۔ اس ترجمے میں شعوری فکر، حقیقی اسلام کا آفاقی پیغام اور مشہور و مستند لغات کی مدد سے تحقیقی کام لیا گیا ہے۔ ویسے تو **"حج" کا حقیقی لغوی** معانی ہی اس سارے تصور کو باطل ٹھہرا دیتا ہے جو مسلمانانِ عالم کے ذہنوں پر سوار کر دیا گیا ہے، جیسا کہ آپ آئندہ صفحات میں اظہر من الشمس پائیں گے، پھر بھی اس بڑی رسم پرستش سے متعلقہ تمام قرآنی مواد کو زیرِ بحث لے آیا گیا ہے تا کہ قارئین کا مکمل شرحِ صدر ہو سکے، اور اذہان میں پیدا ہونے والے تمام سوالات کے جواب تحریر ہی میں دے دیے جائیں۔

ان دونوں ابواب سے قبل ایک اہم باب **مقام کعبہ اور شہر مکہ کی تاریخ** سے متعلق میسر مواد کی سیر حاصل بحث سے متعلق بھی شامل کیا گیا ہے جس کا تمام تر مواد اُن کہانیوں کو باطل قرار دیتا ہے جو مسلمان کے ذہن میں نام **نہاد کعبے** کا فرضی تقدس و عظمت اور اس کی افسانوی قدامت اجاگر کرتی ہیں۔ یہ وہ دیومالائی کہانیاں ہیں جو عہد نامہِ قدیم سے، قدیم مورخین کے قلم سے اور بعد ازاں، عربی الاصل اہلِ یہود کی من گھڑت احادیث اور قصص الانبیاء سے ماخوذ ہیں، لیکن اپنی اصل و بنیاد میں، بعد از تحقیقِ ھذا، کسی بھی وثاقت کی حامل نہیں ٹھہرائی جا سکتیں۔

تو آیئے اپنی جستجو اور دریافت کے اس سفر میں درجِ ذیل شعر میں مستور مقصدِ عظیم کو لے کر قدم بہ قدم اکٹھے آگے بڑھتے ہیں:۔

میں کہ میری غزل میں ہے آتشِ رفتہ کا سراغ — میری تمام سرگذشت کھوئے ہوؤں کی جستجو

(4) فکرِ اقبال کی روشنی میں سوالات

ہے طواف وحج کا ہنگامہ اگر باقی تو کیا　　　　کند ہو کر رہ گئی مومن کی تیغِ بے نیام

اسبابِ زوالِ امت کی کھوج میں مستغرق، امتِ مسلمہ کی ڈیڑھ ہزار سالہ تاریخ میں پیدا ہونے والے اولین عقلیت پسند (Rationalist) مفکر و فلاسفر، علامہ محمد اقبال نے افکارِ عمیق کی گہرائیوں میں ڈوبے سر کو ہولے سے ذرا اوپر اُٹھایا،،،،، اور صدیوں سے رائج ایک عظیم رسمِ پرستش ،یعنی،،، زیارتِ حج،،، کی جانب ایک گہری تنقیدی نظر ڈالی؛ علامہ نے اس عمل کے اثرات اور نتائج و عواقب کا قدرے تجزیہ فرمایا تو ان کے قلب و ذہن پر حقیقت کا نزول ہونے میں زیادہ دیر نہ لگی۔ وہ اس پورے طولانی اور بیش قیمت عمل میں کہیں حصولِ برکات اور لذتِ کردار کا سراغ نہ پا سکے۔ ان کی نگاہِ بصیرت نے وہ نوشتۂ دیوار بآسانی پڑھ لیا جو تاریخ و آثار کی جدید ترین تحقیق کی مدد سے، اور آج کے نئے علمی انکشافات کی رُو سے، ثابت ہونا مقدر ہو چکا تھا۔ دل سے ایک آہ کی مانند وہ نازل شدہ حقیقت ایک لازوال و پُر مغز شعر کی صورت بر آمد ہوئی:-

ہے طواف وحج کا ہنگامہ اگر باقی تو کیا　　　　کند ہو کر رہ گئی مومن کی تیغِ بے نیام

دانائے راز پر حج کی رسم کی بے وقعتی اور اس کی کارروائی میں شامل بے فیض و بے ہدایت آبلہ پائی پوری طرح عیاں ہو چکی تھی۔ ان کی نظر میں یہ صرف ایک بے سمت اور بے نتیجہ "ہنگامہ آرائی" تھی۔ مومن کی تیغِ بے نیام، جو دراصل مومنانہ سیرت و کردار کا استعارہ تھا، ان کے آفاقی فہم کے مطابق اپنی کاٹ، یعنی اپنا فیض، اپنی برکات کھو چکی تھی۔ اور حج کے ہنگامے سے مومن کے کردار میں ذرہ برابر تبدیلی کا وقوع پذیر ہونا، یا اس کی توقع رکھنا ایک کارِ لاحاصل تھا۔

پھر مفکرِ اعظم نے قدرے اور ارتکاز فرمایا تو ان کی نگاہِ بصیرت نے حقائقِ ابدی کے مزید در کھول دیے۔ فرمایا کہ:

کعبہ جز قبلۂ قلب و نظر نیست　　　　طوافِ اُو، طوافِ بام و در نیست

جس **کعبے** کے پیچھے دور دراز کے سفر کی صعوبتیں اُٹھاتے ہو، وہ **کعبہ** تو آپ کے دل کی سوچ کا مرکز اور آپ کے نظریہ کا قبلہ ہے، یعنی آپ کے نظریے، آپ کے مقصدِ پیشِ نظر، آپ کے نصب العینِ حیات کے سوا اور کچھ بھی **کعبہ** نہیں ہوتا۔ اور اِس کعبے کا طواف کسی دوسرے مخصوص مقام کے در و دیوار کا طواف نہیں ہوتا۔ یعنی یہ "طوافِ کعبہ" جو آپ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطا کردہ نظریے کی یا آپ کے نصب العینِ حیات کی دیوانہ وار پیروی ہر گز نہیں ہو سکتی۔

قارئین، حکیم الامت کے ان قیمتی افکار کے بعد، جن سے ہماری اس حرماں نصیب قوم کو کچھ بھی سیکھنے کا موقع نہ مل سکا، ہمیں ان کے اس فیصلے کو تسلیم کرنے میں کوئی تامل نہیں ہونا چاہیئے جو انہوں نے ان الفاظ میں صادر فرمایا تھا:

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے　　　　مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

اور بنابریں جو سوالات ہمارے اذہان میں بے ساختہ اُٹھتے ہیں، وہ کچھ اس طرح ہیں:-

- کعبہ کی تاریخ کی اصل حقیقت کیا،،،،اور اس کا مقام کیا ہے؟ کیا اس کو حضرت ابراہیم سے نسبت دینے کی کوئی وثاقت موجود ہے؟ کیا یہی پتھروں سے بنا کیوبیکل مطلوب و مقصودِ مومن ہے، یا اللہ کی کتاب سے متمسک ہو کر اپنے شعوری وجود کا ارتقاء اور اپنی ذات کی کردار سازی مومن کا بلکہ تمام انسانیت کا نصب العین حیات ہے؟

- یہ حج کیا ہے؟ عربی ادبی زبان میں اس کا مستند معانی و مفہوم کیا ہے؟ قرآنِ حکیم میں اس لفظ کے استعمالات کن معانی میں وارد ہوئے ہیں؟

- یہ رسم کیوں ادا کی جاتی ہے؟ اس کے ڈانڈے کس ماخذ سے جا ملتے ہیں؟

- کیا صرف کسی متبرک و مقدس مقام پر چلے جانے سے انسان کے ارتکاب کردہ تمام جرائم و گناہ معاف ہو سکتے ہیں؟

- کیا واقعی اللہ تعالیٰ (تبارک اللہ) اور اس کے کلام کے بعد بھی کوئی اور شخصیت، چیز، مقام، مقدس و متبرک ہو سکتا ہے؟

- کیا حج پر کی جانے والی پتھروں کی پوجا جائز قرار دی جا سکتی ہے جہاں آپ ایک پتھر کے حجرے کے سامنے سر بسجود ہوتے ہیں، اس کا طواف کرتے ہیں، ایک کالے پتھر کو بوسہ دیتے ہیں، دو عدد ذرا بڑے پتھروں کے درمیان دیوانہ وار دوڑتے ہیں، پتھر چنتے ہیں اور پتھروں پر پتھر برساتے ہیں؟

- کیا کالے پتھروں کی چنائی سے بنا ایک خالی کمرا، مالکِ کائنات کا گھر یا کعبۃ اللہ ہو سکتا ہے؟ کیا یہ اُس عظیم ذات کے شایانِ شان ہے کہ ایک پتھروں کی علامت میں اپنی ذات کا اظہار کرے اور ان پتھروں کی پوجا کروا کر اتنا خوش ہو کہ غیر مشروط طور پر زائرین کی تمام دعائیں مستجاب فرمائے؟ اس طرح آپ میں اور پتھروں کی علامتوں کی پوجا کرنے والی ہندو قوم میں کیا فرق رہ جاتا ہے؟

- کیا 8 ہجری میں فتح مکہ کے بعد حضور رسالتمآب نے کبھی دوبارہ مڑ کر مکہ یا کعبہ کی جانب التفات فرمایا؟ کیا آپ نے فتح کے بعد اپنے چھوڑے ہوئے گھر بار بازیاب کروائے؟ کیا آپ نے اس تشہیر کردہ "المسجد الحرام" یا "مرکزِ دین و ملت" کو اپنا ہیڈ کوارٹر، اپنا مستقل مستقر، حکومتِ اسلامی کا مرکز بنایا، یا اس کو کوئی اور نمایاں حیثیت دینے کی کوشش کی؟ کیا آپ نے اس فتح کے بعد کبھی حج کا قصد فرمایا؟

قارئینِ کرام، درجِ بالا سوالات میں سے آخری سوال کا جواب "**باب نمبر (2) ابتدائیہ**" میں دیا جا چکا ہے۔ ایک اور اہم سوال" یہ رسم کیوں ادا کی جاتی ہے؟ اس کے ڈانڈے کس ماخذ سے جا ملتے ہیں؟" کے جواب کے لیے مندرجہ ذیل سطور کا مطالعہ فرمالیں۔

"مسلم مصنف محمد شکری الالوسی حج کی موجودہ رسومات کا سلسلہ قبل از اسلام کے بُت پرستوں کی مذہبی رسومات سے ملاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ قبل از اسلام کے عرب کچھ ایسے اعمال پر کاربند تھے جو اب اسلامی شریعت میں شامل ہیں۔ مثال کے طور پر وہ ایک ماں اور بیٹی سے بیک وقت شادی نہیں کرتے تھے۔ وہ دو بہنوں سے بیک وقت شادی کرنا ایک قبیح ترین جرم قرار دیتے تھے۔ وہ سوتیلی ماں سے شادی کا ارادہ کرنے والوں پر بھی گرفت کرتے تھے۔ وہ خانۂ کعبہ میں حج اور عمرے کی ادائیگی کرتے تھے، کعبہ کے گرد طواف کرتے تھے اور صفا و مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان سات بار دوڑتے تھے، شیطان کو پتھر مارتے تھے۔ جنسی عمل کے بعد نہاتے تھے۔ وہ منہ میں کلّیاں بھی کرتے تھے، پانی اپنی ناک کے اندر بھی چڑھاتے تھے، ناخن کاٹتے تھے، بغل کے بال نوچ لیتے تھے، زیرِ ناف بالوں کو مونڈتے تھے اور ختنہ بھی کرتے تھے۔ اسی طرح وہ چور کا سیدھا ہاتھ بھی کاٹ ڈالتے تھے۔" ("بُلوغ العرب فی احوال العرب"، جلد 2، صفحہ 122، از محمد شکری الالوسی)

پس ثابت ہوا کہ یہ بُت پرستانہ رسومات نمبر دو اسلام میں داخل کرنے کے لیے کسی نئی ایجاد کی ضرورت نہ تھی کیونکہ یہ سب کی سب قبل از اسلام موجود تھیں اور مشرکین کے زیرِ ادائیگی و زیرِ عمل تھیں۔ انہیں اسلام کی آمد پر کالعدم کر دیا گیا تھا۔ لیکن دو نمبر کے جعلی اسلام کی تشکیل پر انہیں نظریہ ضرورت اور دیگر مذموم مقاصد کے تحت اس نو تشکیل شدہ اسلام کی شریعت میں سرکاری طور پر شامل کر کے عین اسلام بنا دیا گیا۔ اور پھر یہ ملوکیت کی سرپرستی میں عمل پذیر ہو کر اسلامی شکل پا گئیں اور مذہبی فریضے کی حیثیت اختیار کر گئیں۔

قارئین، مذکورہ بالا دریافت کی مانند ہی باقی اہم ترین سوالات کے بھی ہمیں تحقیق شدہ جوابات تلاش کرنے ہیں۔ یہ وہ جوابات ہونگے جن کا مطالعہ ہمارے اذہان کو آگہی و عرفان کے ذریعے حقیقتِ ابدی کی دولت سے مالا مال کرنے کا موجب ہو گا اور مسلمان کی اجتماعی فکر میں ایک انقلاب آفریں موڑ کا پیش خیمہ ثابت ہو گا؛ اور 35 ہجری میں خلافتِ راشدہ کو ختم کرنے،،،، اور اگلے تیس برسوں میں حقیقی دین اللہ کو، اس کی تمام گہرائیوں کے ساتھ جاننے والوں کو، ختم کر کے جعلی دین اللہ کو کامیابی سے رائج کرنے کی عظیم سازش کو بے نقاب کر دے گا۔ یا کم از کم ایسا ہو جانے کے لیے یہ عاجز بارگاہِ رب العزت میں دعا گو ہے، کیونکہ یہی اس خالص تحقیقی بنیاد پر کی جانے والی تحریری کاوش کا مطلوب و مقصود ہے۔

تو آیئے اللہ تعالیٰ کے پاک نام کے ساتھ پہلے "**کعبہ**" پر تاریخی تحقیق سے ابتدا کرتے ہیں جو "**مکہ**" نام کے شہر میں واقع ہے۔

(5) کعبہ اور مکہ تاریخ کے آئینے میں

اس عنوان کے تحت ہمارے اذہان میں اٹھنے والے سوالات کچھ اس طرح تھے:-

1) کعبہ کی تاریخ کی اصل حقیقت کیاہے بمقابلہ ان افسانوں کے جو زبان زدِ عام ہیں،،،، اور اس کا مقام کیاہے؟
2) کیا، بے بنیاد دیومالائی افسانوں سے ماوراء، اس کو حضرت ابراہیم اور ان کی اولاد سے نسبت دینے کی کوئی وثاقت موجود ہے؟
3) کیا یہی پتھروں سے بنا کیوبکل مطلوب و مقصودِ مومن ہے، یا اللہ کی کتاب سے متمسک ہو کر اپنے شعوری وجود کا ارتقاء اور اپنی ذات کی کردار سازی مومن کا، بلکہ تمام انسانیت کا نصب العینِ حیات ہے؟

مکمل شرحِ صدر حاصل کرنے کے لیے ہمیں ان سوالات کے مبسوط، مستند اور سیر حاصل جوابات کی ضرورت ہے۔ لھذا کتاب کے اس باب میں ہم باری باری ان تمام سوالات کے جوابات تلاش کریں گے۔ آیئے آگے بڑھتے ہیں۔

1) کعبہ کی تاریخ کی اصل حقیقت کیاہے بمقابلہ ان افسانوں کے جو زبان زدِ عام ہیں،،،، اور اس حقیقت کی روشنی میں اس کا اصل مقام کیاہے؟

عرب کی تاریخ کا عمومی خاکہ

محترم قارئین، اس سے قبل کہ ہم تمام تاریخی ماخذات کو باری باری زیرِ نظر لائیں، بہتر ہوگا کہ جزیرہ نمائے عرب کی تاریخ کا ایک عمومی خاکہ پیش کر دیا جائے جو بعد ازاں آنیوالے نکات کی تصدیق و توثیق کرنے اور انہیں قابلِ قبول بنانے میں آسانیاں اور اسناد فراہم کرنے کا موجب ہوگا۔ تو آیئے ایک ہی پیراگراف میں ایک بیش قیمت مگر مختصر مطالعے سے گذرنے کی کوشش کرتے ہیں جو طول طویل تاریخی ادوار کے ایک نچوڑ کی حیثیت رکھتا ہے۔

علم الآثار قبل از اسلام عرب میں مختلف اور متنوع تہذیبوں کے وجود کی گواہی دیتا ہے، جیسے کہ قوم ثمود، جس کا قرآنِ حکیم میں بھی ذکر ہے۔ اسلام سے قبل جزیرہ نمائے عرب میں بہت سی تہذیبیں نمودار ہوئیں۔ جنوبی عرب کی تہذیبوں میں شیبا (Sheba) یا سبائی سلطنت (Sabaean Kingdom) بڑی نامور رہی ہے۔ جدید آثار یاتی مطالعہ اس نظریہ کی توثیق کرتا ہے کہ بائبل میں مذکور سلطنتِ شیبا دراصل یمن میں واقعہ قدیمی سامی سبائی تہذیب تھی۔ 1200 قبل مسیح سے 275 عیسوی کے طویل زمانے کے دوران اس کا دارالحکومت "معارب" (Marib) تھا۔ حمیری سلطنت (Himyarite Kingdom) جو شرک کو ترک کر کے 380 عیسوی میں یہودیت میں منتقل ہو گئی، 110 قبل مسیح سے 525 عیسوی تک قائم رہی۔ سلطنتِ حضرموت جو آٹھویں صدی قبل مسیح سے تیسری صدی عیسوی تک قائم رہی۔ سلطنتِ قطبان، جو چوتھی صدی قبلِ مسیح سے تیسری صدی عیسوی تک قائم رہی۔ سلطنتِ اوثان (Kingdom of Awsan) جو جنوبی عرب (جدید یمن) کے علاقے میں وادیِ بیہان (Wadi

Bayhan) کے جنوب میں واقع تھی اور اپنا دارالحکومت وادیِ مرخاہ(Wadi Markhah) میں "حجر یاہیر "(Hajar Yahirr) کے مقام پر رکھتی تھی، دوسری صدی قبلِ مسیح سے پہلی صدی عیسوی تک قائم رہی۔ سلطنتِ معین(Kingdom of ma'in)جو چھٹی صدی قبلِ مسیح سے 85 قبل مسیح تک قائم رہی آج کے جدید یمن کے علاقے سے تعلق رکھتی تھی۔ از منہِ وسطیٰ کے عرب جغرافیہ دانوں کے مطابق یہ اس صحرائی پٹی کے ساتھ ساتھ واقع تھی جو "صیحاد" (Sayhad) کہلاتا تھا اور جو اب "رملۃ السبعتین" کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یمن پر اکسومیوں(Aksumite) کا قبضہ جو 525 سے 570 سن عیسوی تک جاری رہا۔ وسطی عرب سلطنتِ کندا(Kingdom of Kinda) کا مخصوص محلِّ وقوع تھا، جس کا زمانہ چوتھی، پانچویں اور اوائل چھٹی صدی عیسوی تھا۔ اواخر پانچویں صدی عیسوی میں حمیری بادشاہوں کے یہودیت قبول کر لینے کے بعد ہی اہلِ کندا نے بھی یہودیت اختیار کر لی تھی۔ آج کے دور میں کندا نسل کے عرب زیادہ تر یمن، اومان، عراق، اردن، شام اور یو۔ اے۔ ای میں آباد ہیں۔ قدیمی مشرقی عرب میں دلمون تہذیب(Dilmun or Telmun) کا وطن تھا جو ایک اہم مرکزِ تجارت تھا اور اپنے عروج کے زمانے میں خلیج فارس کی تجارتی گذرگاہوں کا نگران تھا۔ قدیم سمیریوں (Sumairians) کے ہاں دلمون ایک مقدس سرزمین کی حیثیت رکھتا تھا۔ اگرچہ دلمون کی مرکزی جائے وقوع واضح نہیں ہے لیکن علمی اتفاقِ رائے یہ ہے کہ دلمون نے بحرین، کویت اور سعودی عرب کے مشرقی صوبے کے ساحلی خطوں کا احاطہ کیا ہوا تھا۔ میسوپوٹیمین تہذیب میں بھی دلمون کا ذکر بطور ایک تجارتی شریک قوم کیا گیا ہے اور بطور تانبے کی دھات کی فراہمی کے ایک ذریعے کے بھی۔ اسے میسوپوٹیمیا اور وادیِ سندھ کی تہذیبوں کے درمیان کی ایک تجارتی بندرگاہ اور مستقر کے طور پر بھی جانا جاتا تھا۔ چوتھے ہزاریے قبل مسیح سے 800 قبل مسیح تک دلمون ایک اہم تجارتی مرکز تھا۔ 600 قبل مسیح میں بابلیوں نے اور بعد ازاں فارسیوں نے دلمون کو اپنی سلطنتوں میں شامل کر لیا۔ شمالی عرب میں جو تہذیبیں ریکارڈ پر ہیں وہ اس طرح ہیں: سلطنتِ قیدار، آغاز آٹھویں صدی قبل مسیح۔ یہ چھٹی صدی قبل مسیح میں اپنے عروج پر تھے اور یہ خلیج فارس اور سینائی کے درمیانی علاقہ پر قابض رہے۔؛ اخامینی دور، مصر اور میسوپوٹیمیا کا درمیانی خطہ؛ نباطی سلطنت، بحیرہ مردار اور بحیرہ احمر کے درمیانی علاقے میں واقع تھی اور پیٹرا(Petra) ان کا دارالحکومت تھا۔ ان کا ذکر 312 قبلِ مسیح میں ملتا ہے اگرچہ کہ شواہد کے مطابق یہ اس زمانے سے قبل سے موجود تھے۔ ان کے علاوہ شمالی عرب میں لخمی، غسّانی، کہلان وغیرہ قومیں اور ان کی حکومتیں قائم رہی ہیں۔ حجاز میں اہلِ ثمود کے آثار موجود ہیں۔

یہاں نوٹ کرنے کے قابل خاص بات یہ ہے کہ ان تمام قبلِ اسلام تہذیبوں اور ان کے مرکزی صدر مقاموں کے ذکر میں کہیں بھی مکہ نامی کسی شہر کا یا یہاں قائم کعبہ نامی معبد کا قطعاً ذکر نہیں ملتا۔ (ملاحظہ فرمایئے دورِ حاضر کا عظیم ترین مخزونِ علم Wikipedia)۔

اب تک کی تحقیق سے **کعبہ یا مکہ** کے بارے میں جو سب سے قدیم حوالہ سامنے آیا ہے وہ "سارین" ادب میں باور کیا جاتا ہے، جو "حضرت موسیٰ کے اسرار (اساطیر)" نامی کتاب میں درج ہے جس میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ مکہ حضرت اسماعیل اور ان کے سب سے بڑے بیٹے نبیط(Nebaioth) نے مل کر تعمیر کیا تھا۔ "موسیٰ کے اسرار" یا "اساطیر" نامی کتاب کے متعلق کسی نے یہ قیاس کیا تھا کہ یہ 10 ویں صدی قبل از مسیح کی تحریر کردہ تھی۔ جب کہ دیگر قیاسات کے مطابق یہ تیسری صدی قبل مسیح کے نصفِ ثانی کے دوران لکھی گئی تھی۔ یعنی تحریر کا زمانہ بھی متعین نہیں کیا جا سکا اور اس کے دو ممکنہ قیاسات کے درمیان بھی سات صدیوں کا بُعد پایا جاتا ہے،،،، نیز کتاب میسر بھی نہیں کہ یہ پڑتال کی جا سکے کہ وہ کون سا لفظ تھا جس کو **مکہ** کے مترادف گردانا گیا۔ یعنی کوئی یقینی سند موجود نہیں ہے۔ یوں بھی یہ حوالہ عمومی مروجہ عقیدے سے تضاد رکھتا ہے، کیونکہ یہ **"مکہ"** کی یا اس مقام پر

معبد کی تعمیر کے ضمن میں حضرت ابراہیم کی آمد اور شمولیت کو کالعدم کر دیتا ہے۔

سمارین لوگ اہلِ یہود کی ایک شاخ ہیں جو خود کو عمومی اہلِ یہود سے زیادہ راسخ العقیدہ مانتے اور مقابلتاً درست ایمان رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ان کے مطابق عام اہلِ یہود جلاوطنی کے دور میں راستے سے بھٹک چکے تھے اور اپنی یروشلم واپسی پر فاسد عقائد ہمراہ لے کر آئے تھے۔

رومن اور یونانی دور کے حوالے

بعد ازاں ایک اور قدیمی تاریخی حوالہ جو کعبہ **(مکہ)** سے منسوب کیا جاتا ہے وہ یونانی مورخ ڈیوڈورس سیکیولس (**Diodorus Siculus - Diodorus of Sicily**) کی کتاب "ببلیو تھیکا ہسٹوریکا(Bibliotheca historica) سے لیا جاتا ہے جو60 قبل مسیح سے30 قبل مسیح کا دور نمایاں کرتی ہے۔ یعنی بعثتِ رسول ﷺ سے صرف 660 سال قبل کا دور۔ جس عبارت کا حوالہ دیا جاتا ہے وہ من و عن یہاں نقل کر دی جاتی ہے اور یہ گبن (Gibbon) کی تحریر سے لی گئی ہے جو ایک ایسے معبد کی نشان دہی کرتی ہے جو تمام سر زمینِ عرب میں سب سے مقدس خیال کیا جاتا تھا:-

"اور وہاں ایک معبد تیار کیا گیا ہے جو بہت مقدس ہے اور جس کا تمام عربوں میں بہت زیادہ احترام کیا جاتا ہے۔" (Translated by C H Oldfather, Diodorus Of Sicily, Volume II, William Heinemann Ltd., London & Harvard University Press, Cambridge, Massachusetts, MCMXXXV, p. 217.)

یہ عبارت بذاتِ خود واضح نہیں ہے کیونکہ کسی بھی نام اور جائے وقوع سے عاری ہے اس لیے کہ یہ اس وقت موجود عرب سلطنتوں اور ان کے اہم شہروں میں سے کعبہ **یا مکہ نامی کسی شہر کی کوئی نشاندہی نہیں کرتی**۔ ویسے بھی ڈیوڈورس ایک مورخ کی حیثیت سے قابلِ اعتبار نہیں ہے۔ جدید نقادوں نے ڈیوڈورس کے کئی دعووں پر سوال اٹھائے ہیں اس بنیاد پر کہ ایک عینی شاہد کی زبان سے اتنی بہت سی حیران کن غلطیوں کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔ ڈیوڈورس کا ماقبل کے مورخین کا آزادانہ استعمال 1911 کے انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا کے آرٹیکل کے مصنف کی سخت رائے کا شکار بنا ہے جو ببلیو تھیکا ہسٹوریکا (**Bibliotheca historica**) سے متعلق لکھا گیا ہے- یہ مصنف کہتا ہے کہ ،،،،،وہ ایک مورخ کی نقادانہ صلاحیتوں میں سے کسی کا بھی اظہار نہیں کر سکا، اور صرف متعدد غیر متعلق تفاصیل ہی درج کر سکا ہے۔ اس کی تحریریں بار بار کی تکرار اور تضادات پر مشتمل ہیں، کسی سیاق وسباق سے خالی اور یکسانیت کا شکار ہیں۔ ایک اور ہم عصر کلاسیکل سکالر اس سے بھی آگے جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ڈیوڈورس خاص طور پر اس وجہ سے بدنام ہے کہ اس نے اپنی لکھی کہانیوں کو یونانی قوم کی عظمتوں کو بیان کرنے کے مقصد سے نئی شکل میں تبدیل کیا ہے۔ اس حرکت نے اسے "**قدیمی تاریخ کے دو سب سے زیادہ باصلاحیت جھوٹے**" مورخین میں سے ایک کا خطاب عطا کیا ہے (دوسرے کا نام طیسیاس – **Ctesias**) ہے۔

یونانی اور رومن ادوار کے جغرافیہ پر نہایت وسیع تحقیق کرتے ہوئے ڈاکٹر رفعت عماری لکھتے ہیں کہ در حقیقت کسی بھی کلاسیکل مصنف یا جغرافیہ دان کی تحریروں میں "مکہ" نامی کسی شہر کا ذکر نہیں ہے۔ یہ امر مسلمانوں کے اس دعویٰ کے خلاف ایک اہم ثبوت ہے کہ مکہ حضرت ابراہیم کے وقت سے موجود ہے۔ ہمارے پاس یونانی اور رومن مصنفین کا اور ان بہت سے جغرافیہ دانوں کا پورا ریکارڈ موجود ہے جنہوں نے عرب کے نقشے تیار کیے جن میں ہمیں ہر شہر، گاؤں، قبیلے اور معبد کے بارے میں بتایا گیا ہے جو وہاں موجود تھا، لیکن ان میں سے کوئی تحریر

بھی کسی "مکہ" کا ذکر نہیں کرتی۔ اگر واقعی مکہ ان میں سے کسی بھی مصنف یا جغرافیہ دان کے زمانے میں موجود ہوتا، تو یقیناً کسی نے تو ہمیں اس شہر کے بارے میں بتایا ہوتا۔ آپ کو ایک بہتر تفہیم دینے کے لیے ہم ان میں سے کچھ کلاسیکل مصنفین کے کام پر نظر ڈالیں گے۔ ان لوگوں نے اتنی احتیاط سے کام لیا کہ تاجروں کی مہیا کی ہوئی رپورٹوں کو بھی زیادہ اہمیت نہیں دی۔ یہ امر ہم مشہور یونانی جغرافیہ دان اور مؤرخ سٹرابو (Strabo) کی تحریروں میں دیکھتے ہیں جو 64 قبل مسیح سے 23 عیسوی کے زمانے میں موجود تھا۔ اس نے زور دیا کہ یہ بہت اہم ہے کہ تاجروں کی رپورٹوں پر انحصار نہ کیا جائے، بلکہ صرف ان سرکاری رپورٹوں کو اہمیت دی جائے جو ان جغرافیہ دانوں اور مؤرخین نے تیار کی ہیں جنہوں نے ان خطوں کا خود دورہ کیا ہو۔ اس حقیقت سے قدیم یونانی جغرافیہ دانوں اور مؤرخوں کی فراہم کردہ عرب کے جغرافیہ پر تحقیق ایک بیش قیمت ماخذ بن جاتی ہے، خاص طور پر جب وہ ہمیں بتاتے ہیں کہ کون کون سا شہر 5ویں صدی قبل مسیح کے اختتام سے تیسری صدی عیسوی کے درمیانی عرصے میں مغربی عرب میں موجود رہا ہے۔ اس سے ہمیں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ جو حقائق یونانی جغرافیہ دانوں اور مؤرخین نے جمع کیے ہیں وہ ان شہروں کے اولین مرتبہ نمودار ہونے کی تاریخوں کا تعین کرنے میں بھی نہایت اہمیت رکھتے ہیں۔ کیونکہ ان جغرافیہ دانوں نے ہمیں 5ویں صدی قبل مسیح اور تیسری صدی عیسوی کے درمیانی عرصے کے بارے میں انتہائی درست رپورٹیں مہیا کی ہیں، اس لیے اب سکالرز صرف 20 سال کے فرق سے مغربی عرب میں تعمیر ہونے والے ہر شہر کے قیام کی تاریخ کا تعین کر سکتے ہیں۔ نہایت قابلِ اعتبار درستگی کے ساتھ ہم اب یہ جانتے ہیں کہ مکہ اس تمام عرصے پر محیط دستاویزی شہادتوں سے مکمل طور پر غائب ہے جو یونانی اور رومن جغرافیہ دانوں نے تیار کی ہیں۔ یہ کیسا بھونڈا دعویٰ ہے کہ مکہ اتنے قدیم زمانے سے موجود رہا ہے جتنا کہ مسلم دعویٰ کرتے ہیں جبکہ اُس زمانی دور کے مؤرخین اور جغرافیہ دانوں میں سے کسی نے بھی اس کا ذکر اپنی دستاویزات میں نہیں کیا۔ فلہٰذا حضرت ابراہیم کے زمانے سے مکہ کے موجود ہونے کا دعویٰ سراسر بے بنیاد ہے۔

اب ہمارے اس مطالعے میں دوسری صدی قبل مسیح کا نمبر آتا ہے۔ اس زمانے کا سب سے اہم جغرافیہ دان اور مؤرخ بلا کسی شک وشبہ Agatharchides کو قرار دیا جا سکتا ہے جس کا تعلق سکندریہ سے تھا اور جس نے 145 سے 132 قبل مسیح کے دوران تصنیفات کیں۔ اس کے بارے میں یقین کیا جاتا ہے کہ اس نے مصر کی سیاسی تاریخ مکمل طور پر لکھی۔ Agatharchides لکھتا ہے کہ ایک معبد ایلات میں خلیجِ عقبہ کے علاقے میں واقع ہے۔ یہ ایک ایسی سرزمین پر واقع ہے جو ایک قبیلے کی ملکیت ہے جو "Batmizomaneis" کہلاتا ہے۔ Agatharchides زور دیتا ہے کہ یہ معبد، اس کے اپنے الفاظ میں، "تمام عربوں میں بہت زیادہ احترام کا حامل ہے"۔ یہاں سے بہت سے مسلم یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہی مذکورہ معبد دراصل مکہ کا معبد ہے۔ اس معبد کی محل وقوع کی درست تعیین کے لیے ہم Agatharchides کے بیان پر غور کرتے ہیں جو کہ فوٹیس Photius اور ڈیوڈورس Diodorus نے اپنی تحریروں میں رپورٹ کیا ہے۔ Agatharchides اس معبد کے شمالی علاقوں کے بیان سے شروع کرتا ہے اور ان میں خلیجِ عقبہ کے گرد بسے ہوئے نباطیوں Nabataeans کو بھی شامل کرتا ہے۔ خلیجِ عقبہ کا شمالی علاقہ "Laeanites Gulf" کہلاتا تھا۔ فوٹیس اور ڈیوڈورس کے مطابق Agatharchides کہتا ہے: "جب ہم Laeanites Gulf کا سامنا کرتے ہیں تو ہمیں اس کے گرد اگرد نام نہاد نباطین عربوں کے بہت سے گاؤں نظر آتے ہیں۔ یہ لوگ ساحلی علاقے کے بیشتر حصہ پر قابض ہیں لیکن اس سے ملحقہ اس علاقے پر نہیں جو اندرون تک پھیلا ہوا ہے اور جہاں ایک ایسی آبادی رہتی ہے جو ناقابلِ بیان عظمت کی حامل ہے اور ایسے جانوروں کے ریوڑوں کی مالک ہے جو ناقابلِ یقین حد تک وسیع ہیں۔ قدیم زمانوں میں وہ ایک

رواداری کی زندگی گذارتے تھے اور اپنے ریوڑوں کے ذریعے حاصل ہونے والی گذر اوقات سے مطمئن تھے، لیکن بعد ازاں، جب سکندریہ کے بادشاہوں نے خلیج کو تاجروں کے لیے سفر کے قابل بنادیا تو یہ حادثوں کا شکار ہونے والے جہازیوں پر حملے کرنے لگے۔ انہوں نے قزاقی کرنے والے جہاز بھی بنالیے اور ملاحوں کو لوٹنا شروع کر دیا۔

اپنے مغربی عرب کے بیان میں Agatharchides ہر اس آبادی کا ذکر کرتا ہے جو تیسری صدی قبل مسیح میں اور دوسری صدی قبل مسیح کے نصفِ اول میں ان علاقوں میں موجود تھی جو بحیرہ احمر Red Sea کے ساحلی علاقوں پر واقع ہیں۔ وہ نباطیوں سے شروع ہوتا ہے جن کا صدر مقام جنوبی اردن میں تھا جہاں سے پھر وہ شمالی عرب میں داخل ہوا۔ یہاں سے وہ ہر آبادی، شہر، بندر گاہ، معبد اور پہاڑ کے متعلق بیان کرتا ہوا یمن تک پہنچ جاتا ہے۔ Agatharchides کی اس جغرافیائی روداد سے ہمیں علم ہوتا ہے کہ وہ اس خاص علاقے سے گذرا جہاں مکہ شہر کو بعد ازاں تعمیر ہونا تھا، مگر اس نے وہاں مکہ کا کوئی ذکر نہیں کیا، نہ ہی اس نے اس خاص علاقے میں موجود کسی بھی معبد کا ذکر کیا، اگرچہ اس کے مطالعے میں معبدوں کا ذکر ایک خاص اہمیت رکھتا تھا۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ وہ ایک اور معبد کی تاریخ لکھنے کے لیے رُک جاتا ہے، یہ Poseidon Temple ہے جو کہ سینائی کے شمال مغربی کنارے پر واقع ہے۔ وہ ہمیں بتاتا ہے کہ یہ کس نے تعمیر کیا اور یہ کن لوگوں کے لیے تعمیر کیا گیا تھا۔ ہم یہ بھی نوٹ کرتے ہیں کہ وہ Negev کے صحرا میں واقع ایک اور معبد کو کافی توجہ دیتا ہے۔ اس کے بارے میں وہ کہتا ہے: " وہاں بھی ایک قدیمی قربان گاہ ہے جو سخت پتھروں سے بنائی گئی ہے اور جس پر ایک ایسی زبان میں نقش بنائے گئے ہیں جو قدیمی اور ناقابلِ فہم ہے۔ یہ خانقاہ ایک آدمی اور ایک عورت کی تحویل میں ہے جو اپنے اس مقدس مشن پر پوری زندگی کے لیے تعینات ہیں" ۔

Agatharchides نہایت درست انداز میں اس یونانی رجحان کو ظاہر کرتا ہے جو ہر علاقے میں واقع معبدوں کے بارے میں ان کے شوق کا ثبوت ہے، خصوصی طور پر سینائی اور مغربی عرب کے علاقوں میں۔ Negev میں واقع معبد میں یونانیوں نے پتھر سے بنی قربان گاہ میں قدیمی کندہ کاری کا تجزیہ کرنے کی کوشش بھی کی۔ انہوں نے ان پروہتوں کا ماخذ بھی بیان کیا ہے جو اس معبد میں خدمات ادا کرتے تھے۔ اگر مکہ یا اس کا معبد اس دور میں موجود ہوتا تو یہ ان یونانیوں کے لیے عظیم دلچسپی کا مرکز ہوتا کیونکہ مکہ کا محلِ وقوع ایک ایسے زمینی راستے پر تھا جسے یونانی ماہرین نے بار بار استعمال کیا۔ اگر اُس دور میں مکہ اور کعبہ کا کوئی وجود ہوتا، جیسے کہ مسلم دعویٰ کرتے ہیں، تو ہر ایک یونانی جغرافیہ دان نے وہاں قیام کر کے اس کا احوال قلمبند کیا ہوتا۔ یہ بھی قرینِ عقل ہے کہ انہوں نے یہ بھی تعین کیا ہوتا کہ اس معبد کو کس نے تعمیر کیا اور اس کا مذہبی ہدف کیا تھا۔ پس یہ ثابت ہوا کہ یہ خشک و غیر آباد خطہ کسی بھی ایسے معبد یا مذہبی روایت کا حامل نہیں تھا اور اس کا کوئی تعلق ابراہیم اور اسماعیل جیسی شخصیات سے نہیں ہو سکتا تھا جو فلسطین میں ہزاروں سال پہلے اپنی زندگیاں گذار کر جا چکے تھے۔ .

کلاڈیس پٹولمی (**(*Claudius Ptolemaeus*; c. AD 90 – 168)**) پہلی صدی عیسوی کا ایک اور یونانی-مصری دانشور تھا جس کے متعلق گمان تھا کہ **اس نے شاید عرب کا ذکر کرتے ہوئے اس شہر کو "میکورابا" کہا ہو**، اگرچہ کہ یہ شناخت متنازعہ حیثیت رکھتی ہے **اور مکہ یا کعبہ کے نام اور محلِ وقوع کے بارے میں کچھ بھی واضح نہیں کرتی**۔ **Grunebaum** اپنی کتاب **Classical Islam** میں لکھتا ہے: "پٹولمی نے مکہ کا ذکر کیا ہے اور اس نے جو نام اس مقام کو دیا ہے وہ ہمیں اجازت دیتا ہے کہ ہم اس مقام کو جنوبی عرب کی ایک ایسی بستی کے طور پر شناخت کریں جو ایک مقدس معبد کے ارد گرد قائم ہو گئی تھی"۔ **G. E. Von Grunebaum,**

Classical Islam: A History 600-1258, George Allen & Unwin Limited, 1970, p. 19۔واضح رہے کہ یہ قدیمی زمانے کا نہیں بلکہ سن عیسوی ہی کا ذکر ہے اور اس کے باوجود بھی **اس کے مندرجات کو مستند طور پر مکہ اور کعبہ پر منطبق نہیں کیا جاسکتا۔ سرزمینِ عرب میں متعدد تہذیبیں پروان چڑھیں اور سلطنتیں قائم رہیں۔** ہر ایک تہذیب کے تحت ان کے مندر و معبد بھی قائم رہے، جو ہم عصر تاریخ میں مشہور بھی ہوئے ہوں گے اور مرجعِ خلائق بھی رہے ہوں گے۔ خدا جانے پٹولمی نے کس "میکورابا" کی جانب حوالہ دیا ہو۔

محترم قارئین، کعبے کی اصل و بنیاد کے بارے ایک اور دلچسپ روایت پیش خدمت ہے جو اس کا تعلق ہندوازم سے جوڑتی ہے۔ کہانی کا عنوان ہے: "Siva Temple by Faithinyhvh"""۔ اور یہ آپ کے مطالعے کے لیے انگلش سے ترجمہ کی گئی ہے۔ ذیلی عنوان ہے: Moon diety, Black Stones And The Siva Temple۔ تفصیل کچھ اس طرح بیان کی گئی ہے۔ "اسلام کے معرضِ وجود میں آنے سے طویل عرصہ قبل سعودی عرب کے شہر مکہ میں کعبہ ایک مذہبی زیارت گاہ تھا۔ لفظ کعبہ غالباتامل زبان سے ماخوذ ہے جس نے 1700 قبل مسیح میں جنم لیا۔ تامل ناڈو میں "کپالیشورن" مندر شیو دیوتا کا مندر ہے اور "کپالی" لارڈ شیوا کی جانب حوالہ ہے۔ کعبے میں موجود کالا پتھر اسلام میں مقدس خیال کیا جاتا ہے اور اسے سنسکرت لفظ "سنگِھ اشویتا" یا "غیر سفید پتھر" کی مناسبت سے حجرِ اسود کہا جاتا ہے۔ شیو لنگ کو بھی سنگھے اشویتا پکارا جاتا ہے۔ مہاراجہ وکرمادتّیا سے متعلق کندہ کاری(inscription) مکہ میں کعبے کے اندر پائی گئی تھی جو بغیر کسی شک و شبہ کے یہ ثابت کرتی تھی کہ جزیرہ نمائے عرب اس کی انڈین سلطنت کا ایک حصہ تھا جہاں اُس نے، لارڈ شیوا کی عقیدت میں، شیو مندر تعمیر کیا تھا جو کعبہ کہلایا۔ انتہائی اہمیت کی حامل وکرمادتّیا کی عبارت جو ایک سونے کی بنی پلیٹ پر کندہ تھی شہر مکہ میں کعبے کے مندر کے اندر لٹکائی گئی تھی، "سیار العقول" (Sayar-ul-Okul) نامی ایک کتاب میں صفحہ 315 پر لکھی ہوئی پائی گئی، جو کہ استانبول، ترکی کے مکتبِ سلطانیہ میں محفوظ ہے۔ آزاد انگلش زبان میں درج شدہ یہ عبارت کہتی ہے: "وہ جو مہاراجہ وکرما کے دورِ حکومت میں پیدا ہوئے اور زندہ رہے وہ خوش قسمت لوگ ہیں۔ وہ ایک عظیم، سخی اور اپنے فرائض سے آگاہ حکمران تھا۔ وہ اپنی رعایا کی خوشحالی کی لگن رکھتا تھا۔ مہاراجہ وکرمادتّیا لارڈ مہادیوا (شیوا) سے اپنی گہری عقیدت کے لیے مشہور ہے۔ اُجّین (انڈیا) میں جو وکرمادتّیا کا دارالحکومت تھا، مہان کال کا لارڈ شنکرا (شیوا) کا مشہور مندر موجود ہے جو وکرمادتّیا سے منسوب ہے۔ کیونکہ وکرمادتّیا کی کندہ کاری کی عبارت کے مطابق اس نے ویدک مذہب کی ترویج کی، اس لیے اس کے علاوہ اور کون مکہ میں کعبہ کا مندر قائم کر سکتا تھا؟ محمد صاحب نے ہندو بھگوان لارڈ شیوا کا کعبہ نامی مندر (جو مہاراجہ وکرمادتیا نے چندرمادیوتا، شیوا کے لیے تعمیر کیا تھا) اسلام کی مقدس ترین جگہ کے لیے چنا اور تمام مسلمانوں کے لیے فرض کیا کہ وہ اس کی سمت جھکیں اور عبادت کریں۔ اس کے ساتھ انہوں نے ہندوانہ زیارت، حج کو سب سے بڑی عبادت کے لیے منتخب کیا جو وہ واحد عبادت ہے جو تمام گناہوں کو دھو ڈالتی ہے۔ انہوں نے کالے پتھر کو (حجرِ اسود، جو لارڈ شیوا کا علامتی جنسی عضو ہے اور جسے مہاراجہ وکرمادتیا نے کعبہ کے مندر کا ایک حصہ قرار دیا تھا) اسلام کا سب سے زیادہ محترم پتھر بنایا، جسے تمام حاجیوں نے مس کرنا اور چومنا ہوتا ہے۔ بہت سے کعبہ کے پتھر ایسے ہیں جن پر بُت پرستی کے زمانے کے سنسکرت الفاظ کندہ ہیں، تاہم کعبے کا سیاہ غلاف ان کندہ کاریوں کو چھپائے رکھتا ہے۔"

اس تاریخی حوالے پر کھلے تبصرے کی دعوت ہے، خاص طور پر ہماری دو نمبر کی مذہبی پیشوائیت کو جو کعبے کی اصل و بنیاد کو ہندو مذہب سے منسوب ہوتا دیکھ کر غضبناک ہو جائیں گے۔

جدید دور کی تحقیق

جدید دور کے مصنفین میں پٹریشیا کرون(Patricia Crone) نے اپنی کتاب(1987) Meccan Trade and the Rise of Islam میں دلیل دی ہے کہ: "اسلام سے قبل کی مکہ کی تجارت کو بہت زیادہ مبالغہ آمیز بنادیا گیا ہے؛ محمد ﷺ نے حجاز سے باہر کبھی سفر نہیں کیے؛ نیز قرآن کی اندرونی شہادت کے مطابق محمد ﷺ کے مشرک مخالفین کو "زیتون کی کاشت کرنے والے" بتایا گیا جس سے واضح ہوتا ہے کہ **شاید نبی کے دور کا احاطہ کرنے والے تمام واقعات بحرِ متوسط (Mediterranean See) کے خطے میں وقوع پذیر ہوئے تھے**" ۔یہ بھی اب تک قیاسات ہی ہیں۔

ایک اور کتاب "*Hagarism: The Making of the Islamic World* (1977)، میں کرون اور ان کے ساتھی مصنف مائیکل کُک نے ہم عصر زمانے کی آرمینین Armenian، یونانی Greek، آرامی Aramaic اور سیریاک Syriac تحریروں کا مطالعہ کرتے ہوئے اسلامی تحریک کے عروج کی تاریخ کا عینی شاہدین کے ذریعے ایک انوکھا تجزیہ پیش کیا ہے۔ غیر عرب ماخذات کا استعمال کرتے ہوئے وہ اسلامی عروج کے زمانے کے سیاق وسباق کا اور بھی اضافی مطالعہ کرنے کے قابل تھے۔ وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ ہم عصر غیر مسلم ماخذات اسلام کو جس انداز میں پیش کرتے ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنی اصل وبنیاد میں دراصل بازنطینی اور فارسی سلطنتوں کی بے جا مداخلتوں کے خلاف ایک قبائلی بغاوت اور احتجاج تھا۔ وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ یہ تحریک یہودیت میں بہت گہری جڑیں رکھتی تھی اور ان تمام فتوحات حاصل کرنے والی جماعتوں یا معاشرتی گروہوں میں ، عرب اور یہودی باہم اتحادیوں کی حیثیت رکھتے تھے۔ تاہم مصنفین اپنے ان تجزیوں کی حقیقت کے بارے میں خود بھی مکمل طور پر مطمئن نہیں ہیں۔یوں بھی اُس دور پر منطبق عرب اور یہودی کی علیحدہ علیحدہ شناخت متنازعہ حیثیت رکھتی ہے کیونکہ نزدیکی قبلِ اسلام دور میں خود عربوں کی غالب اکثریت یہودی مذہب پر عمل پیرا تھی۔

اس سے کچھ ملتا جلتا اور انوکھا بیان جدید دور کے ایک اور محقق ڈان گبسن(Dan Gibson) کا بھی ہے۔ جس کی جغرافیائی تحقیق "" **مسلمانوں کی تحریک کا مرکز موجودہ دور کے اردن کو قرار دیتی ہے۔اس کے مطابق مسلمانوں کا قبلہ 70 ہجری تک "پٹرا" (PETRA) میں واقع تھا،** جو آج کے اردن میں ایک رومن آثارِ قدیمہ کے عظیم الشان مقام کی حیثیت رکھتا ہے (اور رومن تاریخ میں رومن صوبے ARABIA PETRAEA کے مرکزی مقام کی حیثیت رکھتا تھا)۔ **تمام اولین مساجد میں قبلہ کا رُخ بھی اسی جانب تعمیر کیا جاتا تھا۔70 ہجری میں ابنِ زبیر نے اپنی بغاوت کے بعد اپنی حکومت اور اموی طاقت کے درمیان فاصلہ پیدا کرنے کے لیے اپنا مستقر Petra سے دور مکہ منتقل کر لیا اور حجرِ اسود کو Petra سے مکہ منتقل کر کے وہاں ایک عبادت گاہ تعمیر کر دی۔** بعد ازاں عباسی دور میں اس نئی مقدس جگہ کو تسلیم کر لیا گیا اور مساجد میں قبلے کا رُخ اُسی جانب کرنے کا حکم دے دیا گیا۔ اسلامی تواریخ سے " پٹرا" سے متعلق تمام اندراجات منظم طریقے سے مٹاڈالے گئے""۔ ڈان گبسن کے دلائل بھی کوئی ایسی ٹھوس تاریخی شہادت پیش نہیں کر سکے جو ناقابلِ تردید مواد پر مبنی ہو اور تمام تر تفاصیل پر مبنی مسلم تاریخ کے تمام متعلقہ مندرجات کو کالعدم قرار دے سکے۔

البتہ جدید دور میں ڈاکٹر رفعت عماری(Dr. Rafat Amari) کا مطالعہ یہ حقیقت مستند طور پر ثابت کرتا ہے کہ چوتھی صدی عیسوی سے قبل لکھا گیا کوئی بھی تاریخی ریکارڈ ایسا موجود نہیں ہے جو یہ اشارہ دے اور ثابت کرے کہ اُس وقت سے قبل کبھی بھی "مکہ " نام کا کوئی شہر اپنا وجود رکھتا تھا، جبکہ دیگر قدیم عرب شہروں کی تاریخی ریکارڈ میں بڑی خوبی سے توثیق کر دی گئی ہے ۔

ڈاکٹر رفعت کے مطابق دراصل سعودی عرب ایک منفرد اور نمایاں جغرافیائی محل وقوع کا حامل ہے جو براعظموں کے درمیان تہذیبوں کو ملانے والے پُل کی حیثیت رکھتا ہے۔ ازمنہِ قدیم میں جزیرہ نمائے عرب تجارت کے ایک کاریڈور کا کام کرتا رہا ہے اس لیے اس نے بہت سی تہذیبوں کو ابھرتے دیکھا ہے جن کی نشانیاں آج بھی واضح طور پر دیکھی جاسکتی ہیں۔ آج کے دور تک سعودی عرب میں تیرہ(13) قدیمی قبلِ اسلام دور کے شہر دریافت کیے جاچکے ہیں۔ جن کے ناموں میں یہ بھی شامل ہیں: **قریۃالفاو** (Qaryat al-Faw)، جس کے دیگر نام اس طرح ہیں: Qaryat Dhu Kahl، Qaryat al- Hamraa اور Dhat al-Jnan؛ **الاخدود کے آثار** کا علاقہ (the Al-Ukhdud archeological area)؛ **مدائن صالح** (Mada'in Salih)؛ **جُبّہ** (Jubbah)؛ **طاروت** (Tarut)؛ **الشویہطیہ** (Al-Shuwayhatiyah)؛ **ثاج** (Thaj) اور **دومط الجندل** (Dumat Al-Jandal)۔ سعودی عرب میں ابھی مزید قدیم شہر موجود ہیں لیکن فی الحال ان کے بارے بہت کم معلومات میسر ہیں۔ سعودی حکومت نے حال ہی میں ایک سعودی کمیشن برائے ٹورازم اور قدیمی آثاریات قائم کیا ہے جو ان تمام شہروں کے تحفظ کا ذمہ دار ہے۔ **قدیمی شہروں کی اس فہرست میں مکہ کا کہیں بھی ذکر موجود نہیں ہے۔** چارو ناچار ہمیں تحقیقی ماہرین کے ان بیانات پر یقین کرنا پڑتا ہے کہ عرب کی تاریخ اور آثاریات کا علم یہ واضح کرتا ہے **کہ مکہ کا شہر عیسائیت کے نمودار ہونے سے قبل کوئی وجود نہیں رکھتا تھا۔ نیز یہ کہ یہ شہر چوتھی صدی عیسوی سے قبل تعمیر نہیں کیا گیا تھا۔ لہٰذا اس کا نہ ہی زمانہ قبل از مسیح سے کوئی تعلق تھا اور نہ ہی حضرات ابراہیم و اسماعیل سے کوئی نسبت۔**

ماحصل

الغرض تمام درج بالا تاریخی مندرجات، قیاسات اور نظریات کے ہجوم میں جو بھی مستند تاریخی حقائق ہمارے سامنے آتے ہیں، وہ ثبوت کے ساتھ صرف ڈاکٹر رفعت عماری کی تحریر میں شامل ہیں۔ ان کے مطابق حتمی فیصلہ صرف یہی کیا جاسکتا ہے کہ پانچویں صدی عیسوی میں کسی وقت یہ **موجودہ کعبہ** عرب کے بُت پرست قبائل کے لیے ان کے خداؤں کی پوجا کا ایک مرکز تھا۔ **مکہ شہر** اس معبد کے ارد گرد آباد ہو گیا تھا۔ مکہ کا سب سے اہم پرستش کا مرکز،،،،، دیوتا "ہبل" کہلاتا تھا جس کا بُت وہاں حکمران قریش قبیلے نے نصب کیا تھا۔ یہ بُت وہاں ساتویں صدی عیسوی تک موجود رہا۔ **مکہ اور کعبہ** کی قدیمی دور میں موجودگی کے بارے میں کوئی مستند تاریخی بیان یا دستاویز، حتیٰ کہ خود سعودی عرب کے محکمہ آثاریات کا کوئی تصدیقی یا توثیقی ریکارڈ اس مخصوص مدعے پر دستیاب نہیں ہے۔

ویسے بھی اسلام کے ظہور کے بعد بھی "اللہ کا یہ گھر" جس ٹوٹ پھوٹ اور تباہی کا شکار رہا ہے وہ اس کے اسلامی تصور کے "شایانِ شان" ہرگز نہیں ہے۔ اس ضمن میں کچھ اور داخلی تاریخی احوال بھی پڑھ لیں تو کم از کم اس فرضی مقام کی نام نہاد تقدیس آپ پر بخوبی واضح ہو جائیگی۔

""""محمد ﷺ کے دور کے بعد کعبہ کئی مرتبہ مرمت اور از سر نو تعمیر کے عمل سے گذرا ہے۔ یہ تعمیر 3 ربیع الاول (بروز اتوار، 31 اکتوبر، 683) کے روز آگ لگنے کے سبب شدید نقصان سے دوچار ہوئی جبکہ بنی امیہ اور عبداللہ ابن الزبیر کے درمیان جنگ جاری تھی اور مکہ شہر کا پہلا محاصرہ کیا گیا تھا۔ عبداللہ ابن الزبیر نے حضرت علی کی وفات اور بنی امیہ کے اقتدار کی مضبوطی کے عرصے کے دوران شہر مکہ پر کئی سال حکومت کی تھی۔ ابن زبیر نے اسے دوبارہ تعمیر کیا اور حطیم کو اس میں شامل کیا۔ یہ اقدام انہوں ایک روایت کی رُو سے کیا جس میں حطیم کو حضرت ابراہیم کے تعمیر کردہ کعبہ کی بنیادوں کا ایک حصہ بیان کیا گیا تھا، اور یہ بھی کہا گیا تھا کہ حضرت محمد ﷺ بھی اسے اس انداز میں دوبارہ تعمیر کرنا چاہتے تھے۔ 692 عیسوی میں مکہ

کے دوسرے محاصرے کے دوران کعبہ کو منجنیق استعمال کرتے ہوئے پتھروں سے مسمار کر دیا گیا۔ اس فوج کشی میں امویوں کی فوج کی کمان حجاج بن یوسف کے ہاتھ میں تھی۔ شہر کی پسپائی اور ابن زبیر کی موت نے عبد الملک بن مروان اُموی کو تمام اسلامی علاقہ جات کو دوبارہ متحد کرنے کا موقع دیا۔ 693 عیسوی میں عبد الملک نے ابن زبیر کے تعمیر کردہ کعبے کے بقایاجات بھی مسمار کروادیے اور اسے قریش کی متعین کردہ بنیادوں پر از سرِ نو تعمیر کروایا۔ اس طرح کعبہ نے پھر وہی مکعب شکل اختیار کرلی جو حضرت محمد ﷺ کے دور میں تھی۔ 930 عیسوی کے حج کے دوران قرامطیوں نے مکہ پر حملہ کر دیا، کعبے کی درگت بنائی، زمزم کے کنویں کو زائرین کی لاشوں سے پاٹ دیا، اور حجرِ اسود اکھاڑ لیا اور اسے مشرقی عرب کے نخلستانی علاقے الاحصاء کی طرف لے گئے۔ 952 عیسوی میں عباسیوں کے ہاتھوں اس کی بازیافت تک یہ پتھر وہیں رہا۔ 1629 عیسوی میں شدید بارشوں اور سیلاب کے باعث کعبہ کی دیواریں گر گئیں اور مسجد کی عمارت کو نقصان پہنچا۔ اسی سال، خلیفہ مراد چہارم کے دورِ حکومت میں کعبہ کو پھر مکہ کے گرینائٹ کے پتھروں سے تعمیر کیا گیا اور مسجد کی تعمیرِ نو کی گئی۔ کعبہ کی ظاہری شکل اس کے بعد سے پھر تبدیل نہیں ہوئی۔""""

یہاں سے پھر کئی منطقی سوالات پیدا ہوتے ہیں جن کا جواب غالباً ہماری بے مغز مذہبی پیشوائیت قیامت تک نہیں دے سکتی۔ مثلاً یہ کہ کیا اللہ کے انتہائی مقدس و متبرک گھر کو آگ لگائی جا سکتی ہے ؟،،،، کیا اللہ کے گھر کو، جو جلیل القدر انبیاء کے ہاتھوں تعمیر ہوا ہو، انسانی ہاتھ یا قدرتی آفات مسمار کر سکتے ہیں ؟،،،،،،، اس دوران جب یہ عمارت کئی مرتبہ اپنا وجود کھو بیٹھی تھی تو اللہ تعالیٰ کا یہ "سمر ہاؤس" کس مقام پر منتقل ہو گیا تھا؟،،،، یا اللہ تعالیٰ اس دوران بے گھر و بے در ہو گیا تھا؟،،،، کیا اللہ تعالیٰ اپنے گھر کی بربادی پر اور اس وجہ سے اس طرح بار بار ڈسٹرب ہونے پر آمادہ تھا؟،،،، کیا اس کی قدرت اپنے گھر کی اس انتہائی قیمتی، مقدس عمارت کو جو بابرکات اور فیوض کا سرچشمہ تھی، ہمیشہ کے لیے محفوظ رکھنے پر قادر نہ تھی؟،،،، کیا اس طرح بار بار آفات کا شکار ہونے پر، اور متعدد بار از سرِ نو، اور کئی بار مختلف بنیادوں پر تعمیر ہونے کے سبب یہ عمارت بھی دوسری عمارتوں کی طرح ایک عام عمارت نہیں ثابت ہو جاتی؟ پس صلائے عام ہے اصحابِ فکر و نظر کے لیے،،،، اگر مذکورہ سوالات کے جوابات دینا چاہیں۔

2) کیا کعبہ و مکہ کو حضرت ابراہیم و اسماعیل سے نسبت دینے کی کوئی سند یا وثاقت موجود ہے؟

مکہ کی آبادی اور کعبہ کی تعمیر کو اسلامی لٹریچر میں تکرار کے ساتھ حضرت ابراہیم سے منسوب کیا جاتا ہے۔ لیکن توریت کے متن کے مطابق قیاس کرتے ہوئے، جو کہ حضرت ابراہیم کی تاریخ کا واحد میسر ماخذ ہے (باقی سب اُس ہی کے حوالہ جات پر تعمیر کیے گئے قیاسات اور روایات ہیں)، حضرت ابراہیم کا زمانہ 2000 سال قبلِ مسیح کے قرب و جوار کا دور باور ہوتا ہے۔ حضرتِ ابراہیم کے تمام سفر جو توریت میں بیان ہوئے ہیں ان میں آپ کا عرب کے خطے میں واقع کسی شہر میں جانے سے متعلق، جس کا نام،،،**مکہ**،،،**یا**،،،**بکہ** ،،،ہو، کوئی اشارہ بھی موجود نہیں۔ **فلھذا** ہمارے پاس سوائے خواہش پرستانہ جوڑ توڑ کرنے کے کوئی بھی مستند ذریعہ ایسا نہیں ہے جو یہ اشارہ بھی دے سکے **کہ مکہ** 2000 سال قبل مسیح میں موجود تھا اور وہاں **کعبہ** نامی کوئی معبد یا قربان گاہ بنائی گئی تھی۔ اور یہ کہ حضرت ابراہیم کا وہاں قیام اور کسی تعمیر سے کوئی تعلق ہو سکتا تھا۔ تو آیئے پہلے دیکھیں کہ بائبل اس سلسلے میں کیا روشنی ڈالتی ہے۔

بائبل کی رُو سے:

حضرت ابراہیم اپنے سفروں کے دوران کبھی جزیرہ نمائے عرب تشریف نہیں لے گئے۔ وادی "بکا" (valley of Baca) جس کا بائبل (Psalm 84) میں ذکر کیا گیا ہے ایک عبرانی زبان کا لفظ ہے جو 1000 قبلِ مسیح میں فلسطین (کنعان) کی ایک وادی کا نام تھا۔ یہ بلسام اور ملبری (Balsam or Mulberry Trees) کے درختوں کے لیے استعمال ہونی والی ایک اصطلاح ہے جو "روتے" ہیں، یا ان پر چیرہ لگانے پر ایک مواد خارج کرتے ہیں۔ اصل عبرانی زبان کی **وادی بکا** کے لیے اصطلاح اس طرح ہے: *emeq ha-Baka*۔ "بلسام کے درختوں کی وادی" یا "رونے والے کی وادی"۔ دورِ ملوکیت کے اسلامی مصنفین نے جعلی اسلام کی تشکیل کے منصوبہ بند عمل کے دوران اس غیر شناخت شدہ وادی کو عربی کے لفظ **"بکہ"** سے ملا دیا ہے۔ اور اگلے قدم کے طور پر "بکہ" کو "مکہ" کے مترادف قرار دے کر اپنی کہانی مکمل کر لی ہے۔

جہاں تک **"بکۃ"** (القرآن: 3/96) کا سوال ہے، تو یہ ایک جدید تر زبان کا ساتویں صدی عیسوی کا ایک قریشی عربی زبان کا لفظ ہے جسے دو نمبر اسلام کے لیے کام کرنے والے مترجمین نے جانتے بوجھتے، مذموم مقاصد کے تحت، **مکہ** کا ہم معنی قرار دے دیا ہے۔ جبکہ اس لفظ **کا مکہ** سے کوئی دُور کا تعلق بھی نہیں۔ اس لفظ کا سیاق و سباق کے مطابق ترجمہ آپ اگلے باب میں آیات کے تراجم کے ہمراہ ملاحظہ فرمائیں گے۔ اس عربی لفظ کے مستند لغوی معنی کی تفصیل کچھ یوں ہے:-

بکۃ-Bakkah : مقابلہ کرنے، کچل دینے، تباہ کر دینے، برتری حاصل کرنے اور مزاحمت کرنے کی قوت؛ ازدحام اور بھیڑ ہونا، وغیرہ-

pounding or crushing: (on) the neck) (daqqul-&unuqa), distinguishing/ranking above others (farraqah) (kharaqahu), jostling, pressing or crowding(crowds:zahm), any crowding (or crowds), competition. (izdihaam) heaping/piling together/amassing (taraakib), super-imposition of things on top of other things (taraakim), a man/male having or the trying to have sex with a female, denial or rejection of a thing or person's dignity, to humiliate, cancellation/dissolution/breaking, being in need or being stout, muscular or rough from activity۔

حضرت ابراہیم کی بائبل سے میسر تاریخ یہاں درج کرنے سے غیر ضروری طوالت کا اندیشہ محسوس کرتے ہوئے صرف بائبل سے وہ حوالہ جات درج کر دیے جاتے ہیں جن کے مطالعہ سے قارئین ان کی حیاتِ مبارکہ کے بارے میں ایک اندازہ قائم کر سکتے ہیں۔ دیکھیے کتاب **Genesis**: 4/17-25، 12/1-9، 18/16-33، 26/11، 41/57، 42/1، 12/10-13، 15، 16/1-14، 18/1-15، 21/6، 22/2، 12، 25/1-6، 11/28، 12/2-7، 13/14-17، 15، 17، 18/17-19، 22/17-18، 24/7۔ نیز **Joshua** 24/26 اور **Judges** 9/6۔

حضرت ابراہیم کے حوالے سے بیر شیبا (**Beer Sheba**) کا نام بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ مسلم لکھاریوں نے اس نام کو جوڑ توڑ کرتے ہوئے پورا زور لگا کر عرب میں مکہ کے آس پاس کا علاقہ ثابت کرنے کی بے سود کوششیں کی ہیں۔ اس خواہش پرستانہ جوڑ توڑ کا پردہ چاک کرنے کے لیے مختصراً بیر شیبا کے متعلق چند سطور لکھ دی جاتی ہیں۔ یہ جنوبی اسرائیل میں **Negev** کے صحرا میں سب سے بڑا شہر ہے جسے **Negev** کا صدر مقام کہا جاتا ہے۔ یہ اسرائیل کا ساتواں بڑا شہر ہے۔ آبادی 197،269 ہے۔ کتابِ پیدائش میں مؤرثِ اعلیٰ حضرت ابراہیم اور ان کے **Abimelech** کے ساتھ کیے گئے عہد نامے کے ضمن میں بیر شیبا کا نام آتا ہے۔ حضرت اسحاق نے بیر شیبا میں ایک قربان گاہ قائم کی (**Genesis** 26/23-33)۔ حضرت یعقوب نے بیر شیبا سے کوچ کے بعد اپنا وہ خواب دیکھا جس میں جنت کو جاتی ہوئی سیڑھیاں دکھائی

گئی تھیں(**Genesis** 28/10-15، اور 46/1-7)۔ بیر شیبا شمعون اور یہودا کے قبیلوں کا علاقہ تھا(**Joshua** 15/28 اور 19/2)۔ **Samuel** نبی کے بیٹے بیر شیبا میں قاضی تھے (**I Samuel**: 8/2)۔ اسرائیل کے پہلے بادشاہ **Saul** نے وہاں عمالیق کے خلاف ایک قلعہ تعمیر کیا۔ نبی **Elijah** نے بیر شیبا میں اس وقت پناہ لی جب **Jezebel** نے انہیں قتل کرنے کا حکم جاری کیا(**I Kings:** 19/3)۔ نبی عموس نے بت پرستی کے ضمن میں اس شہر کا حوالہ دیا۔ بابلیوں کی فتح اور اسرائیلیوں کی غلامی کے بعد یہ شہر اُجڑ گیا۔ اس مبسوط تاریخی بیان کے بعد مسلم تحریروں کا جھوٹ ثابت کرنا کتنا آسان ہے، قارئین بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں۔

حضرت اسماعیل کے بارے میں توریت کی کتابِ پیدائش 21: 14-21 کے مطابق ماجرہ کچھ یوں ہوا کہ حضرت ابراہیم نے ان کی ماں حاجرہ کو خوراک کی ایک وافر مقدار دے کر اپنی بستی سے روانہ کر دیا۔ حضرت حاجرہ وہاں سے سفر کرتی "بیر شیبا" کے ویرانے میں داخل ہوئیں جہاں دونوں ماں بیٹے خوراک اور پانی کی کمی کا شکار ہو گئے۔ اپنے بیٹے کی موت کا نظارہ دیکھنے کی تاب نہ لاتے ہوئے حضرت حاجرہ ان سے کچھ دُور چلی گئیں اور وہاں روتی رہیں۔ "اور پھر اللہ نے بچے کی آواز سن لی" اور اپنے فرشتے کو حضرت حاجرہ کے پاس اس پیغام کے ساتھ بھیجا، "اُٹھ، بچے کو اُٹھا اور اسے اپنے ہاتھ میں لے، کیونکہ میں اسے ایک عظیم قوم بنادوں گا"۔ اور پھر اللہ نے "ان کی آنکھیں کھولیں اور انہوں نے ایک پانی کا کنواں دیکھا"، جس میں سے انہوں نے پانی کھینچا اور اپنی اور اسماعیل کی جان بچالی۔ "اور اللہ اس بچے کے ساتھ تھا؛ پھر وہ پروان چڑھا اور ویرانہ میں رہائش پذیر رہا،،، اور،،، ایک ماہر تیر انداز بن گیا(**Genesis 21:14–21**)۔

اہلِ یہود کی ایک غیر مستند لیکن قدیم کتاب(**Jubilees**) میں روایتی انداز میں حضرت اسماعیل اور ان کی اولاد کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے کہ کچھ عرصہ ویرانوں میں صحرانوردی کے بعد حضرت اسماعیل اور ان کی ماں "پاران کے صحرا" (**Desert of Paran**) میں آباد ہو گئے۔ آخر کار ان کی ماں نے ان کے لیے مصر کی سرزمین سے ایک شریکِ حیات کا انتخاب کر لیا۔ ان کے ہاں 12 بیٹے پیدا ہوئے جن میں ہر ایک "حویلہ سے شُور" (**from Assyria to the border of Egypt**) تک کے علاقوں میں قبائلی سردار بنے۔ ان کے بیٹوں کے نام یہ ہیں:- **Nebaioth Nabit** – نبیت یا نبیط؛ **Kedar** قیدر(**in Arabic pronounced Qaidar**): قیداریوں کا باپ، جو کہ شمالی عرب کا ایک قبیلہ تھا جس کا اقتدار خلیجِ فارس اور سینائی کے جزیرہ نما کے درمیانی علاقے پر تھا۔ روایات کے مطابق یہی شخصیت قریش کے قبیلے کا جدِ امجد تھا، اور اس رشتے سے حضرت محمد اس ہی کی نسل سے تھے؛ عدبیل، **Adbeel** : اس نے شمال مغربی عرب میں اپنا قبیلہ قائم کیا؛ دیگر کے نام یہ ہیں: مبسم **Mibsam**، مسموع **Mishma**، دومہ **Dumah**، مساء **Massa**، حیدر **Hadar**، تیمن **Tema**، یثور **Jetur**، نفیس **Naphish**، قدامہ **Kedemah** - اس تحریر کے مطابق مکہ شہر کی تعمیر کی بنیاد حضرت اسماعیل اور ان کے بڑے بیٹے نبیط نے مل کر ڈالی۔ **قارئین یہ بھی غیر مستند کہانی ہے جو حضرت ابراہیم کا تعمیرِ کعبہ کے مدعے پر یا مذکورہ خطے میں آمد کا کوئی ذکر نہیں کرتی اس لیے تمام اسلامی تواریخ وروایات سے انحراف کی ذیل میں آتی ہے۔**

Genesis 22/2: "اور خداوند نے ابراہیم سے کہا 'اپنے بیٹے کو، اپنے اکلوتے بیٹے کو، جسے تو پیار کرتا ہے، اسحاق کو، ساتھ لے اور **موریا کی سرزمین** میں جا اور اسے وہاں سوختنی قربانی کے لیے پیش کر دے ان پہاڑوں میں سے ایک پر جو میں تجھے بتاؤں گا"۔

2 **Chronicles** 3/1: "پھر **سلیمان نے بیت اللہ کی تعمیر یروشلم میں موریا کے پہاڑ میں** شروع کی جہاں خداوند اس کے باپ داؤد پر

ظاہر ہوا تھا؛ جہاں داؤد نے اس کیلئے جگہ تیار کی تھی، جو "جیبوسائٹ" قوم کے آرنان کا فصل سے دانے چھڑانے کا میدان تھا۔"

قارئینِ" موریا کی سرزمین" کا یروشلم میں واقع ہونے کی یہ توریت کی سند ہے، جسے توڑ مروڑ کر "مروہ" پہاڑ بنا لیا گیا!!!

عرب اور مسلم روایات کی رُو سے: عرب اور اسلامی روایات کے مطابق **مکہ** کو یا اس کا احاطہ کرنے والے ویرانے اور پہاڑیوں کو ایک اور نام دیا جاتا ہے جو "**فاران**" ہے، اور اسے توریت کی کتاب پیدائش: 21/21 میں دیے گئے نام "دشتِ پاران" (Desert of Paran) کے متماثل قرار دیا جاتا ہے۔ عرب اور مسلم روایات کے مطابق "پاران" کا ویرانہ مجموعی طور پر تہامہ "Tihamah" کا خطہ ہے اور اس کی حدود میں وہ مقام جہاں حضرت اسماعیل نے سکونت اختیار فرمائی، مکہ ہے۔ الفاظ کے اس موازنے اور باہم تطبیق کے حق میں کوئی ٹھوس ثبوت پیش نہیں کیا گیا۔ ظاہر ہے کہ یہ بھی خواہش پرستانہ جوڑ توڑ، یا قیاس آرائی پر ہی مبنی باور کیا جا سکتا ہے۔ دشتِ پاران صحرائے سینائی کے مشرق، عرب کے انتہائی شمال میں، بحیرہ مردار کے جنوب میں اردن کے علاقے میں واقع ہے جو سرزمینِ فلسطین یا قدیمی کنعان کی حدود میں واقع ہے، اور اپنی ایک علیحدہ شناخت رکھتا ہے۔

اس ضمن میں سب سے قبل آٹھویں صدی سے تعلق رکھنے والے عرب مسلم مورخ محمد ابن اسحاق کا بیان ملاحظہ فرمایئے۔ رقم طراز ہیں:-" اسلام سے قبل جب قریش نے کعبہ کی از سرِ نو بحالی کا کام شروع کیا تو انہوں نے عمارت کی بنیادوں کے ایک کونے میں ایک پتھر دریافت کیا جس پر کھدائی میں "بکہ" لکھا ہوا تھا۔ سیریاک (Syriac) زبان میں یہ لکھائی قریش کے لیے ناقابلِ فہم تھی یہاں تک کہ ایک یہودی نے اسے ان کے لیے ترجمہ کر دیا۔ تحریر یہ تھی:

"میں اللہ ہوں، بکہ کا مالک۔ میں نے اسے اس دن تخلیق کیا جب آسمانوں اور زمین کو تخلیق کیا اور جب سورج اور چاند تشکیل دیے، اور میں نے اسے سات پرہیزگار فرشتوں کے ذریعے گھیرا ہوا ہے۔ یہ اس دن تک قائم رہے گا جب تک اس کے دو پہاڑ کھڑے ہیں، اور یہ اس کے اہالیان کے لیے برکتوں کا ذریعہ ہو گا جس میں دودھ اور پانی بھی شامل ہو گا"۔

اتنی زیادہ قیمتی تاریخی حیثیت رکھنے والا پتھر آج کہیں دستیاب نہیں ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ مذموم مقاصد کے تحت بے پر کی اُڑائی گئی ہے۔ یعنی ہماری رہنمائی صرف ایک چھپے ہوئے یہودی عالم کی ایجاد کردہ بے بنیاد کہانی پر یقین کرنے کی جانب کی جا رہی ہے۔ جب کہ ثابت شدہ حقیقت تو یہ ہے کہ عمل تخلیق کے سب سے اولین قدم یعنی کاسمک (Cosmic) مرحلۂ تخلیق کی ابتدا ہی میں، جب کہ ابھی زمین اور نظامِ شمسی کا نام و نشان بھی نمودار نہیں ہوا تھا، اور یہ سب کاروائی مسلمہ طور پر چھ یکے بعد دیگرے وجود میں آنے والے مختلف ادوار میں مکمل ہونا تھی، غیر موجود سیارۂ زمین پر کعبہ نامی عمارت کیسے وجود میں آسکتی تھی؟

جدید تحقیق کے مطابق ابن اسحاق مسلمانوں کے بھیس میں ایک چھپا ہوا (Crypto) یہودی عالم تھا۔ 35 ہجری میں حقیقی اسلام کے انہدام اور ظالمانہ ملوکیت کے قیام کے بعد آنے والے دور میں جن بہروپ بھرے ہوئے یہودی علما کی مدد سے اسلامی تعلیمات اور تواریخ کی بیخ کنی کی گئی، ان میں ابن اسحاق پیش پیش تھا۔ اسے اسلامی تاریخ کا پہلا مصنف بھی کہا جاتا ہے اور اس کی کتاب المغازی کے نام سے مشہور ہے جو اب سیرتِ ابنِ ہشام کے نام سے دستیاب ہے۔ ہم عصر علمائے جرح و تعدیل اور علمائے رجال نے اسے کذاب، حدیثوں کا واضع، ہمیشہ یہودیوں کی صحبت میں بیٹھنے والا اور قطعی ناقابلِ اعتبار قرار دیا ہے۔ تمام تر آثار و قرائن کے باوجود وہ ازروئے احتیاط صرف یہ کہ گذرنے سے رُک گئے کہ یہ شخص بذاتِ خود بھی یہودی تھا،،، غالباً اس لیے کہ زبان سے مسلمان ہونے کا اقرار کرنیوالوں کو یہودی قرار نہیں دیا جا سکتا تھا۔ اوپر درج کیے گئے بے سر و پیر، دیومالائی بیان سے

ہی اس شخص کا کردار واضح ہے۔ قصص الانبیاء میں بھی حافظ ابن کثیر نے اسی شخص کا وہ بیان صفحہ 308 پر نقل کیا ہے جو اس نے حضرت اسماعیل کے 12 بیٹوں کے بارے میں یہودی لٹریچر سے نقل کر کے لکھا ہے، جو صحیح حوالے سے اسی تحریر کے درجِ بالا متن میں نقل کر دیا گیا ہے۔

بارہویں صدی کے مشہور شامی جغرافیہ دان یاقوت الحموی نے بھی بغیر جواز و ثبوت لکھا ہے کہ "فاران عبرانی زبان سے ماخوذ عربی لفظ ہے اور یہ توریت میں دیے گئے **مکہ** کے ناموں میں سے ایک نام ہے"۔

قرآن کی رُو سے

مسلم اور عرب مصنفین کے ان دور از کار استنباطات کی کوئی سند فراہم نہیں کی گئی، کیونکہ توریت میں دیے گئے تمام نام صرف فلسطین، شام (میسوپوٹیمیا) اور مصر سے تعلق رکھتے ہیں اور حضرت ابراہیم و اسماعیل کا کوئی بھی سفر عرب کی سر زمین یا اس کی کسی مقام کی جانب مندرج نہیں ہے۔ وہاں دیے گئے ناموں کو جوڑ توڑ کر، محض قیاسات سے کام لیتے ہوئے، عربی ناموں پر منطبق کرنا ایک طفلانہ سعیِ لا حاصل کے سوا اور کیا کہلا سکتا ہے جو دو نمبر کے افسانوی بنیادوں پر گھڑے جانے والے ملوکیت کے اسلام کی تقویت کے لیے انجام دی گئی تھی۔ مثال ہی کے طور پر **قصص الانبیاء** سے ایک بڑے جھوٹ پر مبنی ایک اقتباس پیشِ خدمت کیا جاتا ہے:-

صفحہ 308: "حضرت اسماعیل **مکہ المکرمہ اور اس کے گرد و نواح میں رسول مبعوث** ہوئے تھے۔ جرھم، عمالیق اور یمن کے لوگ آپ کے مخاطب تھے"۔

اب دیکھیے کہ درج بالا بیان حافظ ابن کثیر کی ایک صریح غلط بیانی ہے کیونکہ **مکہ اور اس کے گرد و نواح میں جو عربوں کا مسکن تھا، قرآن کے فرمان کے مطابق، کوئی نبی مبعوث ہی نہیں کیا گیا:-**

1) ملاحظہ فرمائیں اللہ تعالیٰ کا فرمان: آیت: 34/44 : وَمَا آتَيْنَاهُم مِّن كُتُبٍ يَدْرُسُونَهَا ۖ وَمَا أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِن نَّذِيرٍ (٤٤) حضرت محمد ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ "ہم نے تمہارے ان لوگوں (عربوں) کو کوئی کتاب نہیں دی جس سے یہ قوم پڑھ کر علم حاصل کرتی، **یعنی تم سے قبل ہم نے ان کی طرف کوئی آگاہ کرنے والا بھیجا ہی نہیں"۔**

2) ایک اور فرمانِ الٰہی دیکھیں: آیت: 32/3: بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا أَتَاهُم مِّن نَّذِيرٍ مِّن قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ﴿٣﴾ "بلکہ یہ قرآن تو تیرے رب کی جانب سے ایک حقیقت کے طور پر آیا ہے تاکہ تُو اس کے ذریعے اس قوم کو آگاہی دے **جن کے پاس تجھ سے قبل کوئی آگاہ کرنے والا نہیں آیا تھا تاکہ یہ ہدایت پا سکتے"۔**

3) **مزید ملاحظہ فرمائیں آیت 2/62 :** هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ (۲) : "اللہ وہ ہے جس نے غیر اہلِ کتاب کے اندر ایک رسول انہی میں سے اُٹھایا جو ان کے لیے اس کی آیات پڑھ کر ان کا اتباع کراتا ہے، ان کی شعوری نشو و نما کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے، کیونکہ **اس سے قبل وہ کھلی گمراہی میں تھے۔**"

یعنی بے شک محمد ﷺ سے قبل وہ بغیر کتاب یا ہدایت تھے اور اللہ کی تعلیمات سے مکمل بے بہرہ تھے۔

4) **اسی ضمن میں مزید قرآنی ثبوت ملاحظہ فرمائیں: آیت 22/27:** وَأَذِّن فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ (۲۷: حضرت ابراہیم سے کہا جارہا ہے کہ " عوام میں حجت تمام کرنے کی دعوتِ عام دے دو۔ وہ تمہارے پاس دور دراز علاقوں سے دلیری سے اور اپنے ضمیر کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے آئیں گے "۔

قارئین، اگر یہاں، دو نمبر کے من گھڑت ترجمے کے مطابق، حج کے لیے مکہ بلانے کا اعلان صادر فرمایا جارہا ہے، تو تمام تواریخ، صحائف اور خود قرآن میں بھی کوئی شہادت ایسی نہیں ہے جو یہ توثیق کرے کہ حضرت ابراہیم کی اس پکار پر عام انسان تو کجا، ان کی اپنی آل اولاد میں سے ہی کوئی نبی یا رسول کبھی مکہ حج کرنے کے لیے حاضر ہوا ہو۔ آپ کی اولاد میں تمام سابقہ نبی موجود تھے جیسے کہ حضرات یعقوب، اسماعیل، یوسف، ذکریا، یحییٰ، موسیٰ، ہارون، داؤد، سلیمان، یونس، حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ۔ ان میں سے کوئی اپنے جدِّ امجد کی ہدایت پر کبھی بھی مکہ حج کرنے تشریف نہیں لایا۔ پس ثابت ہوا کہ جعلی اسلام کے تحت قرآن کے تراجم میں زبردست دست برد سے کام لیا گیا ہے۔ یہ الگ اب ایک ثابت کردہ حقیقت ہے کہ چوتھی صدی عیسوی سے قبل شہر مکہ اور کعبہ معرضِ وجود میں ہی نہ آئے تھے۔

بہر حال، سر زمینِ عرب میں ہمارے نبی ﷺ کی بعثت سے قبل کسی بھی نبی کے نہ بھیجے جانے کی ان قرآنی نصوصِ صریحہ کے بعد یہاں حضراتِ ابراہیم و اسماعیل کے آنے کی تمام کہانیاں مفروضہ و من گھڑت ثابت ہو جاتی ہیں۔ اس سے یہ بھی حتمی طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ کعبہ نامی کوئی معبد یہاں ازمنہ قدیم میں نبیوں کے ہاتھوں تعمیر نہیں کیا گیا تھا۔ کعبے کا حج ایک مفروضہ کہانی ہے۔ نیز یہ کہ قصص الانبیاء کی کوئی علمی و تحقیقی اساس نہیں ہے۔

3) کیا یہی پتھروں سے بنا کیوبیکل مطلوب و مقصودِ مومن ہے، یا اللہ کی کتاب سے متمسک ہو کر اپنے شعوری وجود کا ارتقاء اور اپنی ذات کی کردار سازی مومن کا، بلکہ تمام انسانیت کا نصب العینِ حیات ہے؟

اس سلسلے میں اتمامِ حجت کی خاطر مختصر اعرض گذار ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے کسی بھی مقام یا عمارت یا دن یا مہینہ یا فرد و بشر کو مقدس و متبرک مان کر اس کی زیارت کو مطلوب و مقصود بنالینا، یا ایسا سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا قرار دیا ہے، اس ہی کے عطا کردہ نظریہ حیات کے اصل الاصول کے خلاف ہے۔ کیونکہ ایسی کسی بھی قرار داد سے ،،،،،، وہ مقام، وہ دن یا مہینہ، یا وہ فرد و بشر ،،،،،،، انجامِ کار،،،، پوجا اور سجود و برکات کا مرکز بن کر، شرک پھیلانے کا باعث ہو جاتا ہے، جیسا کہ ہم موجودہ مفروضہ خانہ کعبہ کے ساتھ ہوتا دیکھ رہے ہیں۔ ہمارا مطلوب و مقصود اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات

اور اس کی تعلیمات ہیں۔ اس ذات کا قرب حاصل کرنا ہمارا نصب العین ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے ہمیں قرآن کے ذریعے کردار سازی کی تعلیم دی گئی ہے۔ یہ تعلیم ایک یاد دہانی (تذکرۃ) کا درجہ رکھتی ہے۔ ہمارے اندر اللہ تعالیٰ نے پیدائشی طور پر اپنی صفات ودیعت کر دی ہیں جن کی نمود اور جن کا ارتقاء ہمارا مطلوب و مقصود ہے کیونکہ یہی ہماری شعوری ذات کا ارتقاء ہے۔ قرآنی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر ہی ہم اپنی ذات میں صفاتِ الٰہی کی پرورش کر سکتے ہیں۔ اقبال نے اس امر کی بحسن و خوبی نشاندہی فرما کر اپنا فرض ان اشعار کی شکل میں ادا کیا:

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن　　گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت　　یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

صدقِ بسیط تو بس یہی ہے کہ: مقدس و متبرک صرف اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی ہے کیونکہ خالق و ہادی ہونے کی جہت سے وہی تمام انسانیت کا "قبلہ" و "کعبہ" ہے،،،،،، اور بعد ازاں اس درجے کا حامل صرف اس کا عطا کردہ حکمت و دانش سے معمور کلام، قرآنِ عالی شان ہے جو منبع و مرجعِ احکاماتِ الٰہیہ ہے،،،، اس کے علاوہ بھی اگر کوئی مقام، یا چیز، مقدس و متبرک ہو کر مطلوب و مقصود بن سکتی ہے تو وہ، فی الحال غیر موجود، کوئی بھی مرکزِ ہدایتِ الٰہی (البیت، یا بیت اللہ، یا البیت الحرام، یا البیت المقدس) یا مرکزِ حکومتِ الٰہیہ (المسجد الحرام) کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتی، جہاں اور جس علاقہ میں بھی مستقبل قریب میں یہ واقعی قائم ہو جائے،،،،، کیونکہ،،،، ایسا کوئی بھی مرکز، قائم ہونے پر، ذاتِ باری تعالیٰ ہی کی نمائندگی کا فریضہ انجام دے گا،،، اور اس کے لیے، ساری دنیا کے وسیع رقبے اور تمام انسانیت کے عظیم پھیلاؤ کے تناظر میں، کوئی بھی واحد مخصوص مقام ما قبل سے متعین یا مقرر شدہ نہیں ہو سکتا۔ باکردار انسانوں کی ایک جماعت، انسانوں کے مختلف قوموں پر تقسیم شدہ کسی بھی معاشرے میں قبولیت حاصل کرتے ہوئے، ایسا ایک مرکز، یا کئی مراکز، خلوصِ نیت اور عزمِ صمیم سے کام لیتے ہوئے، کہیں بھی قائم کر سکتی ہے۔

ہم سب کو اس حیاتِ جسمانی میں جو امتحان درپیش ہے وہ اگلے بلند تر مرحلے میں صعود اور وہاں حیاتِ ابدی کا حصول ہے۔ جہاں صرف ہماری شعوری ذات جو غیر مادی ہے، منتقل ہو گی۔ مادی وجود اسی مرحلے میں موت سے دوچار ہو کر مٹی میں مل کر اس کا حصہ بن جائیگا۔ اس غیر فانی مرحلے میں صعود صرف اور صرف اعمال صالحہ پر مبنی ہے جن کی بنیاد سیرت و کردار کی تعمیر ہے۔ انسانی معاشرے میں عبادات، پرستش، رسوم اور ظواہر پرستی سے ایک بلند انسانی سیرت و کردار کی تعمیر نہیں ہوتی۔ اس مقصد کے لیے ہمارے خالق و مالک نے اپنی کتابِ مقدس میں عبادات و رسومات تجویز نہیں کیے بلکہ پاکیزگی ذات کے قیمتی اصول (نسک) و اقدار فراہم کر دیے ہیں۔ اسی مقصد کے لیے ہماری شعوری ذات کے اندر بھی موروثی طور پر صفاتِ الٰہی ودیعت کر دیے گئے ہیں جن کی نمود و ارتقاء سے سیرت و کردار کی تعمیر ہوتی ہے۔ پس یہ دو عدد یاد دہانیاں ہیں جو ہماری زندگی کا اندرون و بیرون سے احاطہ کیے ہوئے ہیں اور ہمیں اُس کی تجویز کردہ صراطِ مستقیم کی جانب مسلسل راہنمائی عطا کرتی ہیں۔ دوسری جانب ہمارا مادی حیوانی وجود ہے جس کا جبلی دباؤ نہ صرف ہماری مادی زندگی کے تسلسل کی ضمانت ہے بلکہ یہی وہ اندرونی شیطان بھی ہے جو اگر شعوری وجود کی اقدار پر غالب آ جائے تو ہمیں اپنے مقصود و مطلوب سے دور لے جاتا ہے۔ یہی اُس معرکہِ خیر و شر کے دو متخالف عناصر بھی ہیں جو انسانی زندگی میں جاری و ساری ہے۔ ہمیں حیوانی وجود کے تقاضوں کو اپنی شعوری اقدار کی روشنی میں پورا کرنا ہے اور انہیں حدِّ اعتدال کے اندر رکھتے ہوئے شعوری اقدار پر غالب آ جانے کی اجازت و مہلت عطا نہیں کرنی تاکہ یہ تقاضے بے لگام ہو کر ہمارے آئیڈیل سیرت و کردار پر یا بالفاظِ دیگر ہماری موروثی شعوری اقدار پر حاوی نہ آنے پائیں۔ یہ سیرت و کردار ہی ہے جس کی بنیاد پر ہم آئندہ مرحلہِ حیات میں اپنا مطلوب و مقصود حاصل کر سکیں گے۔ پس یہی ہمارا قبلہ و کعبہ ہے۔

(6) کعبہ (مکہ) قرآنی تناظر میں

سدھاریں شیخ کعبے کو، ہم انگلستان دیکھیں گے   وہ دیکھیں گھر خدا کا، ہم خدا کی شان دیکھیں گے

قارئین تاریخی تناظر کی خاصی سیر حاصل بحث اور کچھ اہم سوالات کے جوابات حاصل ہو جانے کے بعد اب ہماری تحقیق کا رُخ خالص قرآن کی جانب مُڑتا ہے۔ اس مرحلے میں تفہیم کی آسانی کے لیے اس مخصوص باب میں ہم صرف قرآنی اصطلاح "کعبہ" پر تحقیق کریں گے کہ آیا یہ لفظ کسی محترم و مقدس پرستش کے مرکز کے مرادف میں استعمال کیا گیا ہے، یا دو نمبر کے ملوکیتی استعمار کے تشکیل شدہ اسلام میں امتِ مسلمہ کو اس ضمن میں ظالمانہ تحریف و لسانی تفاعُل کے ذریعے ایک عظیم گمراہی میں مبتلا کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں ہم ان تمام الفاظ و مرادفات کی متعلقہ آیات کے ساتھ تحقیق کریں گے جن کے ذریعے ہمیں دو نمبر کی تفاسیر و تراجم کے تحت بتایا جاتا ہے کہ یہ کعبے ہی کی کالے پتھروں سے بنی عمارت کی سمت اشارہ کیا گیا ہے اور مختلف القابات کو استعمال کرتے ہوئے مقامِ کعبہ ہی پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

محترم قارئین، کعبے کے بارے میں یہ عاجز کافی عرصے سے تحقیقی ذہن رکھنے والی متلاشی ارواح کی جانب سے استفسارات وصول کرتا اور ان کے سیر حاصل جواب پیش کرتا رہا ہے۔ عموماً استفسارات کی نوعیت کچھ اس طرح کی ہوتی ہے جیسے ذیل میں درج ہے، اور انہی استفسارات کو بنیاد بناتے ہوئے ہم اپنے اس موضوع کے ساتھ بتدریج آسان فہم انداز میں آگے بڑھ سکتے ہیں:-

کیا واقعی کعبہ بیت اللہ ہے؟ کیا مسجد الحرام کا معنی کعبہ ہے؟ اگر نہیں، تو مندرجہ ذیل سوالات کا کیا جواب ہے:

سوال نمبر ۱] "رب هذا البيت" ؟؟؟؟ کیا یہ کعبے کی جانب واضح اشارہ نہیں؟؟؟

جواب: اس کے ضمن میں **سورۃ قریش** کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے جہاں " هذا البيت " کے معانی کی تشریح کر دی گئی ہے۔ اس کا اشارہ کعبے کی جانب نہیں۔ بلکہ یہاں ہمارے پیارے نبی ﷺ کے قائم کردہ " نظریاتی مرکز " کے گرد متحد ہو جانے کی ہدایت ہے۔ دوسرے مقامات پر یہ اپنے سیاق و سباق کے مطابق حضرت ابراہیم کے وطن میں قائم شدہ کسی مرکز کی جانب بھی اشارہ دیتا ہے۔ اگرچہ اس مقام پر ہمارا مرکزِ نگاہ "هذا البيت" کی اصطلاح ہے لیکن یہاں اس آیت کے جدید عقلی و علمی ترجمے کے جواز میں چند سطور بھی قلمبند کر دی گئی ہیں تاکہ یہ قارئین کے اذہان میں بآسانی شرفِ قبولیت حاصل کر لے۔ ملاحظہ فرمائیں:

"سورۃ قریش کے اس جدید عقلی اور منطقی ترجمے کی بنیاد اس فلسفے پر مبنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس کسی بھی قبیلے کا بالتخصیص ذکر اپنی کتابِ عظیم میں فرما کر اسے کیوں دیگر قبائل یا اقوام پر فضیلت بخشنے کا قصد کرے گی جب کہ اس کی تعلیمات کے مطابق ذات، قبیلے، نسل، زبان وغیرہ کی بناء پر کسی کو کسی پر کوئی استحقاق یا فضیلت نہیں ہے؟ دوسری جانب اسلامی تحریک کی جاری جدوجہد میں قبیلہ قریش کا ذکر کسی قدیم تاریخی نصیحت آموز واقعے سے متعلق یا منسلک بھی نہیں کہ اس کا ذکر سبق حاصل کرنے کے مقصد سے کیا جاتا، جیسے کہ قوم عاد و ثمود، یا قوم لوط یا فرعون وغیرہ کا۔ جبکہ اُس

جاری جدوجہد سے متعلق تواریخ میں صرف قریش ہی کا نہیں دیگر کئی قبائل کا ذکر اور نمایاں کردار بھی موجود ہے۔تو یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ قرآن میں اسلامی تحریک سے متعلق اگر قریش کا واقعی ذکر کیا گیا ہے تو دیگر نمایاں قبائل کا ذکر کیوں نہیں کیا گیا۔

آخر قریش ہی میں بنوہاشم بھی شامل تھے جن کے سرداران کے خاندان میں رسالتمآب کے علاوہ بھی اسلام کے حامیان موجود تھے۔ نیز حضرت عثمان[ر] جو اسلام کے اولین مجاہدین میں شامل تھے، قریش ہی کی بنوامیہ شاخ سے تعلق رکھتے تھے اور قرینِ عقل و قیاس ہے کہ دیگر بہت سے قریشی حضرات بھی اسلامی تحریک میں اولین دور ہی سے شامل ہوں گے۔ فلہذا قبیلہِ قریش کی مجموعی نافرمانی کا ذکر، یا کعبے کی پیشوائیت اور اس کی بنا پر حاصل کردہ خوشحالی کی جانب باقاعدہ نام لے کر واضح اشارہ دینے، اور اس ذریعے سے انہیں ایک نمایاں مقام عطا کرنے کا کوئی حتمی جواز سمجھ میں نہیں آتا۔

کئی تراجم اسی سورۃ سے قریش کے تجارتی قافلوں کا ذکر بھی اخذ کرتے ہیں، جبکہ یہاں ایسا کوئی اشارہ بھی نہیں پایا جاتا۔۔۔

یہ مانا کہ قبل از اسلام دور کے عرب کی سیادت قریش کے ہاتھ میں تھی۔ اور اسلامی تحریک کو اولین محاذ آرائی کا سامنا انہی کے ساتھ درپیش ہوا تھا۔ لیکن یہ آیت ایک ایسے قبیلے کو نمایاں مقام کیوں دے گی جن کے ہاتھوں بعد ازاں صرف ۳۵ ہجری میں ہی اسلامی خلافت کی تباہی اور ملوکیت کے قیام کی بنیاد پڑی۔ اور حقیقی اسلامی فلاحی ریاست ایک استحصالی فرعونیت میں تبدیل ہو گئی۔ پس مقام غور و فکر ہے صاحبانِ دانش کے لیے، اور اسی غور و فکر کے ضمن میں پیشِ خدمت ہے ایک ایسا ترجمہ جو خالصتاً تحقیقی بنیادوں پر مستند ماخذات کے حوالے سے حیطہِ تحریر میں لایا گیا ہے۔"

سورۃ 106 : قریش

لِإِيلَافِ قُرَيْشٍ (١) إِيلَافِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ (٢) فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ **هَٰذَا الْبَيْتِ** (٣) الَّذِي أَطْعَمَهُم مِّن جُوعٍ وَآمَنَهُم مِّنْ خَوْفٍ (٤)

عہدِ ملوکیت کا من گھڑت عمومی ترجمہ[۱]: "" **قریش کے مانوس کرنے کے سبب، یعنی ان کو جاڑے اور گرمی کے سفر سے مانوس کرنے کے سبب، لوگوں کو چاہیئے کہ اس نعمت کے شکر میں اس گھر کے مالک کی عبادت کریں، جس نے ان کو بھوک میں کھانا کھلایا اور خوف میں امن بخشا۔**""

[جالندھری]

عمومی ترجمہ[۲]: ""**اس لیے کہ قریش کو میل دلایا، ان کے جاڑے اور گرمی دونوں کے کُوچ میں میل دلایا[رغبت دلائی]، تو انہیں چاہیئے کہ اس گھر کے رب کی بندگی کریں، جس نے انہیں بھوک میں کھانا دیا، اور انہیں ایک بڑے خوف سے امان بخشا""۔** [احمد رضا خان]

محترم قارئین، آپ اس ناچیز سے اتفاق کریں گے کہ ان "شاہکار تراجم" کو پڑھکر، اور ان پر قلب و ذہن کی تمام صلاحیتیں مرتکز کر کے بھی آیت مبارکہ کے مافی الضمیر کا کوئی ربط یا سر پیر سمجھ میں نہیں آتا۔ فلہذا یہ عاجز پورے وثوق کے ساتھ عرض کرتا ہے کہ درجِ بالا اور دیگر روایاتی تراجم عقل و فہم و دانش کی توہین کے سوا اور کچھ نہیں۔ اگر یہ تراجم قارئین میں سے کسی کے ذہن میں کوئی واضح صورتِ حال پیش کرتے ہوں، اور بات کو کسی قدر سمجھانے میں کوئی مدد کرتے ہوں، تو درخواست ہے کہ اس عاجز کو بھی اپنے شرحِ صدر میں حصہ دار بنائیں۔ یہ عاجز شکر گذار ہو گا۔ افسوس کا مقام ہے کہ تمام میسر تراجم و تفاسیر میں آپ کو اسی انداز کا ترجمہ دستیاب ہو گا۔

اور اب جدید تحقیقی بنیادوں پر کیا گیا ترجمہ:

106/1: لِإِيلَافِ قُرَيْشٍ

تمام اطراف وجوانب سے اکٹھا کیے گئے باہم متحارب لوگوں [قُرَيْشٍ] کی آپس میں انسیت، تنظیم سازی اور اتحاد کی خاطر [لِإِيلَافِ]،

106/2: إِيلَافِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ

نیز انہیں سرد و گرم موسموں کی آمد و رفت کے دوران [رِحْلَةَ] محبت، دوستی اور ہم آہنگی [إِيلَافِهِمْ] کے بندھنوں میں باندھے رکھنے کے لیے،

106/3: فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ **هَٰذَا الْبَيْتِ**

یہ نہایت ضروری ہے کہ وہ تمہارے قائم کردہ اس نظریاتی ادارے یا مرکز کے مربی و مالک کی اطاعت و فرمانبرداری اختیار کریں۔

106/4: الَّذِي أَطْعَمَهُم مِّن جُوعٍ وَآمَنَهُم مِّنْ خَوْفٍ (٤)

اور ان پر واضح کر دیا جائے کہ یہ وہی ہستی ہے جو انہیں بھوک اور احتیاج میں سامانِ پرورش و نشوونما اور حالت خوف و اندیشے میں امن فراہم کرتی رہی ہے۔

بریکٹوں میں دیے گئے الفاظ کے مستند تراجم:

[قُرَيْشٍ] : قرش: ادھر ادُھر سے اکٹھا کر کے ملانا؛ باہم لڑانا؛ کمانا، فوائد حاصل کرنا، اکسانا، مال و دولت والے، چھوٹی اور خوبصورت شارک مچھلی

[لِإِيلَافِ]: ایلاف: الف: واقف، مانوس ہونا، عادی ہونا، تربیت پالینا، متحد ہونا، شریک ہونا، ملنا، اکٹھے ہونا، ہم آہنگ ہونا، ساتھ اور دوست بننا، محبت کرنا، پسند، منظور کرنا، اثر انداز ہونا، عہد و پیمان، تحفظ، سلامتی

[رِحْلَةَ]: رحل: روانگی، روانہ ہونا، چلے جانا، دور ہٹ جانا، ہجرت کر جانا، منتقل ہو جانا، بھیج دینا، ادھر ادھر پھرتے رہنا، خانہ بدوشی کی زندگی گذارنا، اونٹ کو زین ڈالنا۔ سفر۔ دورۃ۔ ٹور۔ ٹرپ: رحلۃ الشتاء= موسمِ سرما کا گذرنا؛ رحلۃ الصیف= موسمِ گرما کا گذرنا؛ یہاں موسموں کے سفر، یعنی موسموں کے آنے جانے کا ذکر ہے۔ وقت کے سفر کا ذکر ہے۔ کسی تجارتی قافلے کے سفر کا نہیں۔

سوال نمبر 2) "هذا البلد الامين"؟؟؟؟ کیا اس سے مراد مکہ اور کعبہ نہیں؟؟؟

جواب: اس ضمن میں **سورۃ التین** کا ترجمہ کیا جا چکا ہے، ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔ **یہاں بھی روایتی کعبے کی جانب اشارہ نہیں۔** بلکہ مدینۃ النبی کی جانب اشارہ ہے۔

سورة التين: 95
وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ (١) وَطُورِ سِينِينَ (٢) **وَهَٰذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ** (٣) لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ (٤) ثُمَّ
رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ (٥) إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ (٦) فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّينِ
(٧) أَلَيْسَ اللَّـهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ (٨)

3/95-1/95 : وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ (١) وَطُورِ سِينِينَ (٢) وَهَٰذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ

قسم ہے انجیر اور زیتون جیسی نعمتوں کی، اور شان و شوکت، نام و نمود والے اس مرحلے کی [وَطُورِ سِينِينَ] جہاں تم پہنچ چکے ہو، اور قسم ہے اس **مامون و محفوظ کیے گئے خطہءِ زمین کی [الْبَلَدِ الْأَمِينِ]** جو اب تمہیں حاصل ہو چکا ہے،

4/95: لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ

کہ ہم نے تو انسان کی تخلیق بہترین ترتیب و توازن کے ساتھ انجام دی تھی۔

5/95: ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ

لیکن تمہیں اس مرحلے تک پہنچنے کے لیے انسانوں کے ہاتھوں جن مصائب و مشکلات کا سامنا کرنا پڑا وہ صرف اس سبب سے تھا کہ ہمارے قوانین کی خلاف ورزی نے انہیں پست ترین درجے میں واپس بھیج دیا تھا۔

6/95: إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ۔

سوائے تمہاری اس جماعت کے جنہوں نے یقین و ایمان کی دولت پالی اور معاشرے کی فلاح کے لیے صلاحیت افروز اور تعمیری کام کیے۔ پس ان سب کے لیے ایسا انعام مقرر کیا گیا ہے جو انہیں بغیر احسان مند ہوئے خود کار انداز میں مل جائے گا۔

7/95: فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّينِ

اب اس کامیابی کے مرحلے کے حصول کے بعد ہمارے تجویز کردہ نظامِ زندگی [ضابطہِ حیات] کے بارے میں تمہیں کیسے جھٹلایا جا سکے گا؟

8/95: أَلَيْسَ اللَّـهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ (٨)

تو کیا اب یہ ثابت نہیں ہو گیا کہ اللہ ہی تمام حاکموں سے بڑا حاکم ہے؟

بریکٹوں میں دیے گئے مشکل الفاظ کا مستند ترجمہ:

[وَطُورِ سِينِينَ]: طور: گرد گھومنا، قریب جانا، وقت یا ایک خاص وقت؛ متعدد مرتبہ؛ تعداد / پیمانہ / حد / پہلو / شکل و صورت / حلیہ / طور طریقہ / تہذیب و آداب / قسم / طبقہ / مرحلہ / درجہ؛ سینا پہاڑ، زیتون کا پہاڑ؛ بہت سے دوسرے پہاڑ، وہ پہاڑ جہاں درخت پیدا ہوتے ہوں؛ خود کو انسانوں سے علیحدہ کر لینا، اجنبی، آخری حد، دو انتہاؤں کا سامنا۔ سینین: س ن و: سنا: شان و شوکت، رحمتیں اور انعامات، ناموری۔ بعض اسے سیناء سے ملاتے ہیں جو صحرائے سینائی میں ایک پہاڑ ہے۔ مگر جس کی کوئی ٹھوس لسانی بنیاد نہیں ہے۔

[الْبَلَدِ الْأَمِينِ]: البلد: زمین کا ایک خطہ، حدود مقرر کردہ قطعہِ اراضی، آبادی کا علاقہ۔ البلد الامین = وہ خطہِ زمین جسے مامون و محفوظ کر لیا گیا ہو۔

سوال نمبر 3) 1/17: "من مسجد الحرام الی مسجد الاقصیٰ "؟؟؟؟؟ کیا یہاں مسجد الحرام سے مراد کعبہ نہیں؟

جواب: اس ضمن میں سورۃ اسریٰ کی متعلقہ آیات کا ترجمہ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں جس سے ثابت ہو گا کہ **یہاں بھی مسجد الحرام سے مراد روایتی کعبہ نہیں۔**

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ **الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى** الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا ۚ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ۔

بلند و بے عیب ہے وہ ذات جس نے تاریکیوں کے تسلط کی کیفیت میں[لَيْلًا] اپنے فرماں بردار بندے کو سفر ہجرت کے قصد کی ہدایت دی[أَسْرَىٰ] ،**ایک ممنوع کیے گئے مقام اطاعت وعبودیت[الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ]** سے، بہت دور کے ایک دوسرے مرکزِ اطاعت وعبودیت[الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى] کی جانب کہ جس کے اطراف وجوانب کو، یعنی عمومی ماحول وفضا[environment] کو[حَوْلَهُ] ہم نے ماقبل ہی سے ذریعہِ فیض و برکات، یعنی ساز گار بنا دیا تھا[بَارَكْنَا]، تا کہ ہم اسے وہاں اپنی خوش آئند نشانیاں دکھائیں۔ درحقیقت وہ ذاتِ پاک تمہاری جدوجہد کے تمام معاملات کی مسلسل سماعت فرماتا اور ان پر ہمہ وقت بصیرت کی نظر رکھتا ہے۔

بریکٹ شدہ الفاظ کے مستند تراجم:

[لَيْلًا]: تاریک رات میں، ایک شب وروز میں، سورج کے غروب ہونے سے سورج کے غروب ہونے تک؛ the civil day from sunset to sunset، اندھیروں میں۔

[أَسْرَىٰ] : بلند ترین مقام، چوٹی، پانی کا نشمہ، ندی، قوم کا سربراہ، رات کا سفر: سفر؛ رخصت ہونا، کسی کو رات کے سفر کے لیے کہنا؛ بلند مقام کی طرف لوٹنا یا ہجرت کر جانا؛ travel during night, to depart, ; to make anyone to travel by nation, repair to an highest point; summit; rivulet; fountain,; stream; chief of the upland;

[الْمَسْجِدِ] : س ج د: برتری، اتھارٹی تسلیم کرلینا؛ جھک جانا، خود کو حقیر کرنا؛ تعظیم دینا، اطاعت کرنا، انکساری / عاجزی کرنا، سلوٹ کرنا؛ احکامات کے سامنے جھک جانا؛[مفرداتِ راغب: اصل معنی فروتنی اور عاجزی ہیں]

مسجد: سجد سے اسم ظرف اور اسم مفعول: **وہ جگہ یا مرکز جہاں جھکنا، اطاعت کرنا ہے، یا وہ احکامات جن کے سامنے جھکنا اور جن کی اطاعت کرنا ہے۔**

[الْحَرَامِ]: [**یہ لفظ متضاد معانی پر محیط ہے یعنی حرام اور ممنوع بھی اور محترم یا قابلِ احترام بھی۔ استعمال سیاق وسباق کے مطابق ہو گا۔**] ممنوعہ، جرم، غیر قانونی، ناقابلِ خلاف ورزی،، لعنتی، انکار کرنا، پابندیوں والا؛ محترم، مقدس، حرمت والا،۔

[الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى]: ق ص و: دور دراز، فاصلے پر، دور چلے جانا، انتہا۔ اقصیٰ: زیادہ دور، زیادہ فاصلے پر

[حَوْلَهُ] : اس کا ماحول، اس کے اطراف وجوانب؛ اس کے گرد اگرد۔

[بَارَكْنَا] : ہم نے برکت دی، ساز گار، محکم، مضبوط بنا دیا۔

سوال نمبر 4] "واد غیر ذی زرع،،،،،، عند بیتک المحرم،،" ؟؟ کیا یہاں بھی مکہ اور کعبہ مراد نہیں؟؟؟

جواب: **اس ضمن میں** مستند ترجمہ سورۃ ابراہیم کے عنوان کے تحت ذیل میں موجود ہے۔ **یہاں کہیں بھی کعبہ یا مکہ یا اس کے تقدس یا مرکزی مقام ہونے کی جانب کوئی اشارہ نہیں ہے۔ یہاں ذکر ایک ایسے ادارے کا ہو رہا ہے جو حضرت ابراہیم نے اپنے سکونتی علاقے میں قائم کیا تھا، جو توریت سے ثابت ہے، اور جہاں کے لوگ اولا آپ کی تبلیغ کی جانب مائل ہونے پر آمادہ نہ تھے۔**

سورۃ ابراہیم : 35/14

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَٰذَا الْبَلَدَ آمِنًا وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَن نَّعْبُدَ الْأَصْنَامَ (٣٥)

اور یاد کرو وہ وقت جب ابراہیم نے عرض کیا کہ اے رب **اس خطہِ زمین [الْبَلَدَ]** کو امن والا بنادے اور میری اور میرے بیٹوں [بَنِيَّ] یعنی جانشینوں کی مدد فرما کہ ہم ان تمام خود ساختہ خیالات و نظریات [الْأَصْنَامَ] سے دور رہیں جو ہمیں اللہ کی محکومیت سے بیگانہ کر دیں [أَن نَّعْبُدَ]۔

آیت: 36/14

رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ ۖ فَمَن تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي ۖ وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (٣٦)

اے رب، یہ وہ خود ساختہ نظریات ہیں جنہوں نے انسانوں کی اکثریت کو گمراہ کر دیا ہے۔ پس جو بھی صرف میرا اتباع کرے گا صرف وہ ہی میری جماعت سے ہو گا، اور جس نے بھی میری معصیت کا ارتکاب کیا تو اس کی نجات کے لیے تو سامانِ حفاظت اور رحمت عطا کرنے والا ہے۔

آیت : 37/14

رَّبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ (٣٧)

اے ہم سب کے پالنے والے، میں نے اپنی آل اولاد [مِن ذُرِّيَّتِي] کو تیرے **قابلِ احترام نظریاتی مرکز [بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ]** کے پاس ایک ایسی سوچ اور مسلک رکھنے والوں میں [بِوَادٍ] بسا دیا ہے جہاں تیری ہدایت کا بیج ڈالنے کے لیے زمین تیار نہیں کی گئی ہے [غَيْرِ ذِي زَرْعٍ]۔ اے ہمارے رب یہ اس لیے کیا گیا ہے کہ وہ یہاں کے لوگوں میں تیرے احکامات کی پیروی کا نظام قائم کر دیں [لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ]۔ پس تجھ سے گذارش ہے کہ تُو یہاں کے لوگوں کے شعوری رجحانات [أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ] کو ان کے مشن کی جانب پھیر دے، اور پھر انہیں اس کے خوشگوار نتائج سے بہرہ ور فرمادے [وَارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ] تاکہ ان کی کوششیں بار آور ہوں [يَشْكُرُونَ]۔

اور اب بریکٹ شدہ اہم الفاظ کے مستند تراجم، جن کے لیے مستند لغات سے مدد لی گئی ہے۔

[الْبَلَدَ] : خطہِ زمین، ایسا علاقہ جو حدود کے اندر واقع ہو، ایک آباد علاقہ، ایک شہر۔

[بَنِيَّ] : baniyya : بیٹے، اولاد، جانشین: جمع کا صیغہ ہے۔ اسی کا واحد ہے: banayya : میرا بیٹا

[الْأَصْنَامَ]: الراغب: وہ تمام چیزیں جو انسان کو خدا کی طرف سے موڑ دیں؛ ہر چیز جو انسان کی توجہ کو دوسری جانب منعطف کر دے؛ جس کی بھی اللہ کے علاوہ اطاعت کی جائے؛ نیز پتھر یا لکڑی کی کوئی بھی صورت جو پرستش کے لیے بنائی گئی ہو۔

[أَن نَّعْبُدَ]۔ کہ ہم اطاعت و فرماں برداری نہ کریں۔

[مِن ذُرِّيَّتِي] : میری اولاد؛ میری نسل؛ یا میری اولاد میں سے۔

[بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ] : تیرا قابلِ احترام نظریاتی مرکز؛ تیرے احکامات کی تعمیل کا مرکز؛ تیرا محترم ادارہ؛ مرکزِ حکومتِ الٰہیہ۔

[بوَادٍ] : واد؛ودی؛ودیان: طریقہ، مذہب، اسلوب، طرز، سوچ، وادی، دریا کی وادی یا گذر گاہ، نشیب، کیمپ؛[الراغب: فلاں فی واد غیر وادیک = فلاں کا مسلک تجھ سے جداگانہ ہے- قاموس الوحید: ھما من واد واحد = وہ دونوں ایک ہی اصل سے یا طریقے یا مسلک سے ہیں]

[غَيْرِ ذِي زَرْعٍ] : بیج نہ ڈالا گیا، فصل نہ بوئی گئی، جہاں زمین تیار نہ کی گئی، بیج ڈالنے اور فصل اگانے کے لیے۔

[لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ] : تاکہ وہ اللہ کے احکامات کی پیروی کا نظام قائم کریں۔

[أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ]: لوگوں کے رجحاناتِ قلب، میلانِ طبع، سوچ و فکر۔

[وَارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ]: ثمرات: صرف پھل نہیں بلکہ خوشگوار نتائج، اجر، ثواب، انعامات

[يَشْكُرُونَ]۔ان کی کوششیں بھرپور نتائج پیدا کریں۔ شکر: کوششوں کے بھرپور نتائج پیدا ہونا۔

سوال نمبر5] : ایک بہت اہم آیت، جس سے کعبے کی توثیق کا حتمی ثبوت ملتا ہے: 9/19-20: اجعلتم ثقایۃ الحاج و عمارۃ المسجد الحرام، کمن آمن باللہ و الیوم الآخر۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس کے بارے میں آپ کیا کہیں گے؟ یہاں تو حجاج کو پانی پلانے اور کعبے کی عمارت کا ذکر ہے؟

جواب: جی نہیں، یہاں سے بھی یہ توثیق نہیں ہوتی۔ یہ غلط فہمی دور کرنے کے لیے آیت کا مستند ترجمہ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

آیت9/19-20 :

أَجَعَلْتُمْ **سِقَايَةَ الْحَاجِّ** وَعِمَارَةَ **الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ** كَمَنْ آمَنَ بِاللَّـهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّـهِ ۚ لَا يَسْتَوُونَ عِندَ اللَّـهِ ۗ وَاللَّـهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿١٩﴾ اللذین اٰمنو و ھاجروا و جاھدُوا فی سبیل اللہ باموالھم و انفُسھم، اعظمُ درجۃ عند اللہ۔ و اُولئک ھم الفآئزون-(20)

کیا دلائل کے ساتھ **اتمام حجت چاہنے والوں [الحاج] کی علمی پیاس کو سیراب [سقایۃ]** کرنے، اور واجب الاحترام **مرکزِ اطاعت و عبودیت [المسجد الحرام]** میں فرائض کی ادائیگی کرتے ہوئے **اسے آباد رکھنے [عمارۃ]** کے عمل کو تم اُن لوگوں کے عمل کی مانند بنانے کی کوشش کرتے ہو [اجعلتم] جنہوں نے اللہ پر ایمان اور دورِ آخرت پر یقین رکھتے ہوئے، اللہ کے مقاصد کی تکمیل کے لیے عملی جہاد کیا؟؟؟ نہیں، وہ اللہ کے نزدیک مساوی نہیں ٹھہرتے۔ یہ حق کے ساتھ ناحق کرنا ہے۔ اس لیے یاد رہے کہ اللہ کا قانون حق تلفی کرنے والوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ درحقیقت جو لوگ اللہ کی راہنمائی پر ایمان لائے، اور اس کی خاطر ہجرت کا دکھ برداشت کیا، اور اللہ کے مقاصد کی تکمیل کے لیے اپنے اموال اور اپنی جانوں کی قربانی دے کر جدوجہد کی، انہی کا درجہ اللہ کے نزدیک عظیم تر ہے۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب و کامران ہوئے۔

بریکٹوں میں دیے ہوئے مشکل الفاظ کے مستند معانی:

سقایۃ: پانی دینے کا یا آبپاشی کا نظام، اس نظام کا آفس، وہ مقام یا مرکز جہاں سے پیاس کو سیراب کیا جائے، وہ برتن جس میں کچھ پینے کو دیا جائے، {استعارہ} سقاک اللہ = اللہ تجھے خوب سیراب کر دے۔ کسی کمی کو فراوانی دے کر سیراب کر دینا۔

[حاج] حج: وہ اس پر دلائل سے غالب آیا؛ دلائل دینا، حجت کرنا، الزام کو دلیل سے ثابت کرنا، ثبوت، شہادت یا گواہی۔

ایسا کرنے والا = حاج۔

[عمارۃ]: ع م ر: پھلنا پھولنا، خوشحال ہونا، ترقی کرنا، آبادی کرنا، لوگوں سے بھرنا، آباد کرنا، تہذیب یافتہ ہونا، فراوانی کا مالک ہونا، زندگی سے بھرپور ہونا، ترقی کا باعث بننا، خوشحال کرنا، تعمیر کرنا، جوڑ کر فٹ کرنا، بنانا، بحال کرنا، جینے دینا، محفوظ کرنا

سوال نمبر 6): پھر مکہ میں کعبے کا حج کیوں ہوتا ہے؟؟؟

جواب: لفظ "حج" کے معانی و مفہوم کی تشریح کافی و شافی طور آئندہ آنے والے باب میں قرآنِ حکیم کی روشنی میں کر دی گئی ہے، جہاں مستند طور پر ثابت کر دیا گیا ہے کہ حج سے مراد مغفرت کے لیے، یا کسی بین الاقوامی اجتماع کے لیے زیارت یا بڑا اجتماع نہیں ہے۔ بلکہ دینِ الٰہی کی تفہیم و تسلیم کے لیے کسی بھی قریبی موجود نظریاتی مرکز میں بحث و مباحثہ، یا اتمام حجت ہے۔

اگر ہم مسلمان اندھی تقلید کے خوگر اور بغیر تحقیق کیے بڑے بڑے کام کرنے کے عادی ہیں تو حج کی موجودہ شکل اختیار کرنے میں خود ہماری ہی غلطی ہے، اللہ تعالیٰ کا کوئی قصور نہیں ہو سکتا۔ ہم نے شہادتِ عثمان کے بعد تسلط جما لینے والی بے دین ملوکیت اور اس کے تحت حقیقی اسلام دین اللہ کی تعلیمات پر ڈالے جانے والے منفی اثرات کا نہ کبھی جائزہ لیا اور نہ ہی کبھی تحقیق کے عمل سے گذرنے کی ہمیں اجازت ملی۔ اُس وقت تلوار کے زور پر از سرِنو تشکیل شدہ جعلی اسلام کو عوام میں پھیلا کر منوا لیا گیا۔ یہی وہ اسلام ہے جس میں عہدِ جاہلیت کی ممنوع رسومات کا اعادہ کر دیا گیا تاکہ مکہ شہر میں بنو امیہ کی سیادت و اختیار بطورِ کعبے کے متولی اور مذہبی پیشوا، دوبارہ قائم و دائم ہو جائے۔ **"الناسُ علیٰ دینِ ملوکہم"** کے مصداق عوام کو جبراً یہی مسلک و مشرب اختیار کرنا پڑا۔ اور یہی جعلی اسلام ہمیں متوارث طور پر ملا ہے۔ کیونکہ اس میں ہماری مذہبی پیشوائیت کا اقتدار اور روٹی روزی ہے اس لیے یہی اب ہمارا مضبوط ترین ادارہ بنا دیا گیا ہے۔ اس میں فکر و تحقیق و اجتہاد کا دروازہ اسی لیے بند کر دیا گیا ہے کہ **"ہو نہ جائے آشکارا شرعِ پیغمبر کہیں"** ۔ یہی وجہ ہے کہ مکہ میں کعبے کا، رسول کا کالعدم کردہ، جاہلیت کے دور کے مشرکین کا حج، آج بھی زور و شور کے ساتھ ادا کیا جاتا ہے۔

سابقہ سطور میں باب چہارم کے آخر میں یہ وضاحت کر دی گئی ہے کہ دورِ جاہلیت میں عرب مشرکین میں آج کی اسلامی شرع سے متشابہ رسوم باقاعدگی سے ادا کی جاتی تھیں۔ حقیقی اسلام نے ان سب کو کالعدم قرار دے دیا تھا،،، لیکن،،، مسلمانوں کی بدقسمتی کہ جعلی اسلام کی تشکیل کے منصوبے کے تحت شرع کی تدوین کرتے ہوئے وہ **تمام مشرکانہ رسوم بمعہ جاہلیہ کا حج**، داخلِ اسلام کر دی گئی تھیں۔

استفسارات کے جواب میں دو اور ایسی آیات کا علمی اور عقلی ترجمہ کیا گیا جن میں مبینہ طور پر "کعبے" کا ذکر ہے، جو جنگی قیدیوں سے سلوک کی ہدایات دیتا ہے اور روایتی بے ربط اور غیر شعوری تراجم کو کالعدم قرار دیتا ہے۔ یہ بھی پیشِ خدمت ہے۔

1) آیات: 5/95-97- (اس قرآنی عبارت میں دو مرتبہ لفظ "الکعبۃ" استعمال کیا گیا ہے۔ اس کا حقیقی معنی ملاحظہ فرمائیں۔)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنتُمْ حُرُمٌ ۚ وَمَن قَتَلَهُ مِنكُم مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُمْ **هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ** أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسَاكِينَ أَوْ عَدْلُ ذَٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهِ ۗ عَفَا اللَّـهُ عَمَّا سَلَفَ ۚ وَمَنْ عَادَ فَيَنتَقِمُ اللَّـهُ مِنْهُ ۗ وَاللَّـهُ عَزِيزٌ ذُو انتِقَامٍ (٩٥) أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۖ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۗ وَاتَّقُوا اللَّـهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ (٩٦) جَعَلَ اللَّـهُ **الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ** قِيَامًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَائِدَ ۚ ذَٰلِكَ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّـهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَنَّ اللَّـهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (٩٧)

"اے اہلِ ایمان، گرفتار شدگان [الصَّيْدَ] کے ساتھ ظلم و بے رحمی کا سلوک کرتے ہوئے انہیں ذلیل و حقیر نہ کرو [تَقْتُلُوا] جب کہ تم پر ایسا کرنے کی ممانعت [حُرُمٌ] بھی ہے۔ پھر بھی اگر کوئی تم میں سے ارادتاً ان کے ساتھ اس زیادتی کا مرتکب ہوتا ہے تو اس کی سزا اسی کے مطابق ہے جس قدر کہ اس نے قیدی کو آرام و سہولیات سے محروم کیا ہے [قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ]۔ اس سزا کا فیصلہ تم میں سے دو اصحابِ عدل کریں گے۔ یہ وہ ہدایت ہے جو نہایت **بلند مقام [الْكَعْبَةِ]** کی حامل ہے۔ بصورتِ دیگر اس کا کفارہ مساکین کے لیے معاش کے اسباب مہیا کرنا ہے، یا اس کا مساوی بدل [عَدْلُ ذَٰلِكَ] پرہیزگاری کے ایک کڑے تربیتی نظام سے گذرنا ہے۔ تاکہ وہ اپنی اس روش کے برے نتیجے کا ذائقہ چکھے۔ اللہ تعالیٰ نے وہ سب معاف کر دیا ہے جو کچھ ماضی میں گذر چکا ہے۔ لیکن جو اب بھی اس کا اعادہ کرے گا تو اللہ اس سے انتقام لے گا۔ یاد رہے کہ اللہ غلبہ رکھنے والا ہے اور انتقام کی قدرت بھی رکھتا ہے۔ ﴿٩٥﴾

تمہارے لیے ایسا قیدی رکھنا جائز ہے جو کوئی مال و دولت کی کثرت والا بڑا / مشہور آدمی ہو (صَيْدُ الْبَحْرِ) اور جس کے وسائل تمہارے لیے اور تمہارے لوگوں کی نقل و حرکت کے لیے اسباب مہیا کریں۔ اور پرہیزگار، نیک طینت و نیک سیرت قیدی (صَيْدُ الْبَرِّ) رکھنا تمہارے لیے ممنوع ہے جب تک کہ تمہیں ایسا کرنے سے روکا گیا ہے۔ پس ان معاملات میں اللہ کے احکامات کی پرہیزگاری کرو جس کے پاس تم نے جمع ہو کر پیش ہونا ہے۔ ﴿٩٦﴾

بڑے بلند مقام کا حامل (الْكَعْبَةَ) بنایا ہے **اللہ تعالیٰ نے اپنے محترم مرکزِ ہدایت کو (الْبَيْتَ الْحَرَامَ)**، جو انسانوں کو ایک ہمہ گیر استحکام عطا کرتا ہے، خواہ وہ معاہدوں کی رو سے عائد شدہ پابندیوں کی صورتِ حال یا کیفیت [الشَّهْرَ الْحَرَامَ] میں ہو، **حسنِ سیرت کے قیمتی اصولوں [الْهَدْيَ]** کی پیروی میں ہو، یا تم پر **عائد دیگر ذمہ داریوں [الْقَلَائِدَ]** کی بطریقِ احسن ادائیگی میں۔ ﴿٩٧﴾"

بریکٹ زدہ مشکل الفاظ کا مستند ترجمہ:

صَيْدُ الْبَحْرِ: ب ح ر :Ba-Ha-Ra: Slit, cut, divide lengthwise, split, enlarge or make wide; man of great wealth, abundance and generosity; ocean, sea, a large expanse of water, a great river, etc.

صید البر: ب ر ر= Ba-Ra-Ra:

Being pious, kind, good, gentle, affectionate, beneficent, just, righteous, virtuous, honest, true, veracious, sweet of speech, merciful
Sinlessly performing something
Recompensing, rewarding for obedience, accepting and/or approving
Ampleness, largeness or extensiveness

Land or elevated ground open to view, out of doors or exposed to view
Wheat, grain/s of wheat or coarsely ground flour
Obedience
Good, sweet or pleasant word expression or saying
Of, belonging to or relating to the land and or the desert/waste

صید : captured, caught, trapped, usually in game hunting ؛ پکڑا، گرفتار کیا ہوا، قیدی۔

2) آیت 28/9: (اس آیت میں وسیع المعانی مرکّبِ توصیفی المسجد الحرام استعمال ہوا ہے جسے دو نمبر اسلام کی پیروی میں ہمیشہ کعبے کی جانب منسوب کر دیا جاتا ہے۔ مستند ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا **الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ** بَعْدَ عَامِهِمْ هَـٰذَا ۚ وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّـهُ مِن فَضْلِهِ إِن شَاءَ ۚ إِنَّ اللَّـهَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٢٨﴾

اے اہلِ ایمان دراصل یہ مشرکین روحانی پاکیزگی کے حامل نہیں ہیں۔ فلہذا بہتر ہو گا کہ وہ اپنے اس ثابت شدہ طریقِ کار اور رویہ (عَامِهِمْ هَٰذَا) کے مظاہرے کے بعد واجب الاحترام مرکزِ حکومتِ الٰہیہ (الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ) کے قریبی تعلق میں (يَقْرَبُوا) نہ آنے دیے جائیں۔ اگر اس صورت حال کی وجہ سے تمہیں لوگوں کی کمیابی (عَيْلَةً) کا اندیشہ ہو، تو اللہ اپنے فضل سے اور اپنی مشیت سے تمہیں ایسی احتیاجات سے مستغنیٰ فرما دے گا۔ بے شک وہ سب جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

(عَامِهِمْ هَٰذَا) : ان کا ثابت شدہ رویہ / کردار – ع و م: عام: تیرنا؛ ایک خاص رویہ، طریقِ کار / راستہ / کردار اختیار کر لینا۔ اس کو سنہ یعنی سال کے معنی میں بھی اسی لیے لیتے ہیں کیونکہ سورج سال کے دوران اپنے ایک مخصوص راستے کو اختیار کرتے ہوئے گذرتا ہے۔

(عَيْلَةً): **Destitution; to become in want**؛ ویرانہ؛ لوگوں کی کمیابی؛ بھلا دیا جانا۔

محترم قارئین، یہاں کعبے کی قرآنی اصطلاح، اس کے قرآنی قرار دیے جانے والے مرادفات، اور دیگر متعلقہ معانی دینے والے الفاظ پر سیر حاصل بحث مکمل کر کے اتمامِ حجت کرنے کی مخلصانہ کوشش سرانجام دے دی گئی ہے۔ ذاتِ باری تعالیٰ سے توقع ہے کہ تمام ابہام و شبہات کے خاتمے کا موجب ہو گی۔ اور ایک نئی علمی اور شعوری روشنی سے آپ کے افکار کی دنیا جگمگا اُٹھے گی۔

(7) رسمِ حج قرآنی تناظر میں

محترم قارئین، تحریر کے اس مرحلے تک پہنچ جانے پر ہم اب تک کعبہ ومکہ کے موضوع پر تقریباً تمام قابلِ ذکر ماخذات، حوالہ جات، تواریخ سے گذر کر آخر میں نصوصِ قرآنی کا تفصیلی جائزہ لے چکے ہیں۔ ہماری تحقیق کے نتیجے میں مقامِ کعبہ ایک من گھڑت مرکزِ مغفرت و نجات کے طور پر سامنے آیا ہے جہاں مشرک عربوں کے عہدِ جاہلیت کی ایک بے مغز رسمِ پرستش و قربانی کو، ملوکیت کی آمد پر، اُس کے مذموم مقاصد کے تحت تشکیل شدہ جعلی اسلام کے حوالے سے از سرِ نو جاری کروا دیا گیا ہے، اور جو لگ بھگ 1400 برسوں سے امتِ مسلمہ میں متوارث چلا آتا ہے۔ اس سازش کے پیچھے کیا کیا چشم کشا عوامل و مفادات چھپے ہوئے تھے ان کو بھی سامنے لے آیا گیا ہے۔

اب باری ہے اس جاری رسمِ حج کی اصطلاح پر تحقیق کی ۔ تو آیئے قرآنِ حکیم کی بصیرت افروز روشنی میں اس ذومعنی اصطلاح پر تمام متعلقہ آیات کے راستے سے تمام تر سیاق وسباق کو مدّ نظر رکھتے ہوئے بتدریج آگے بڑھتے ہیں اور اذہان میں پیدا ہونے والے تمام سوالات کے جوابات دریافت کرتے ہیں۔

ہمیں درپیش بڑا سوال یہ تھا: **– یہ حج کیا ہے؟ عربی ادبی زبان میں اس کا مستند معانی و مفہوم کیا ہے؟ قرآنِ حکیم میں اس لفظ کے استعمالات کن معانی میں وارد ہوئے ہیں؟ تو آیئے ایک مختصر تعارف سے ابتدا کرتے ہیں۔**

تعارف

یہاں قارئین کی خصوصی توجہ کے لیے ابتدا ہی میں "حج" کے ضمن میں مستعمل چند ایک وہ خاص قرآنی الفاظ و اصطلاحات درج کر دی گئی ہیں جن کے روایتی تراجم میں دیے گئے غلط معانی عوام الناس میں گمراہی پھیلانے کا موجب ہیں ,,,,,اور "حج" نامی اس زیارتی پرستش کے ڈھونگ کو دوام بخشتے ہیں۔ ذیل میں اُن تمام قرآنی متون کو اُن کی حقیقی روشنی میں سامنے لانے کی کوشش کی گئی ہے جن کی باطلانہ تشریح کا ارتکاب کر کے، مذموم مقاصد کے تحت، اسلامی تاریخ کے ایک خاص اہم ابتدائی دور میں، ایک پتھر پرستی،،،،،اور،،،،، قربانی کے نام پر مخلوقِ خدا کا خون بہانے کی باطل رسوم کا اجراء کیا گیا ہے۔ آپ نوٹ کریں گے کہ نام نہاد حج کے اس تمام عمل میں انسانی کردار کی تعمیر کے ضمن میں قطعاً کوئی راہنمائی یا پیش رفت نہیں پائی جاتی جبکہ یہی دینِ اسلام کی تعلیمات کا نقطۂ ماسکہ ہے۔

وہ چند خاص الفاظ و اصطلاحات جن کا بالائی سطور میں ذکر کیا گیا، یہ ہیں:-

حج،، بیت، البیت، البیت الحرام، مقامِ ابراھیم، مصلّیٰ، قواعد من البیت، کعبہ، المسجد الحرام، قبلہ، صفا، مروۃ، شعائر اللہ، بکّہ ۔ اگرچہ ان میں سے کچھ الفاظ و اصطلاحات کے معانی کعبے کے عنوان کے تحت سابقہ باب میں اپنی اپنی متعلقہ آیات کے ہمراہ واضح کر دیے گئے ہیں، لیکن حج کے عنوان رکھنے والے موجودہ باب میں ان سب کو مجموعی طور پر زیادہ تفصیل میں بیان کر دیا گیا ہے۔

تمہید

محترم قارئین، تحقیق کے اس جزوی مرحلے میں بھی عرصہ دراز سے استفسارات کا سلسلہ قائم تھا۔ چنانچہ تحقیق پسند دوستوں کی مختلف جماعتوں نے جن آیات کی طرف بھی توجہ مبذول کرائی جو حج (کعبہ) ہی کے موضوع سے متعلق تھیں، ان سب کو شاملِ تحقیق کر لیا گیا۔ فلھٰذا اب امید واثق ہے کہ تحقیق کے اس مرحلے میں کوئی بھی متعلقہ آیت نظر انداز کیے جانے کی شکایت پیدا نہ ہو پائے گی۔

جیسا کہ بالائی سطروں میں واضح کیا گیا، کچھ ایسے الفاظ و اصطلاحات علیحدہ کر لیے گئے ہیں جو ذیل میں مذکور ہیں اور جن کا حج کے مرکز کے ساتھ ایک تعلق بنتا ہے، اور جن کے حقیقی معانی سیاق و سباق کے مطابق تحقیق کے توسط سے مطلوب ہیں۔ مستفسرین کا موقف یہ تھا کہ جب تک ان مخصوص اصطلاحات کے معانی بھی عملِ تحقیق کی رُو سے انفرادی طور پر واضح نہیں ہو جاتے، حج کے مروجہ فریضے، جو پتھروں کی پوجا اور معصوم جانوروں کو ذبح کرنے پر مبنی ہے، کے بطلان سے متعلق حتمی فیصلہ کرنا اوسط درجے کا علم رکھنے والے عوام کے لیے مشکل ہو جائیگا۔ یہ اس لیے کہ ان اصطلاحات کے روایتی معانی ایک خاص، پتھروں سے تعمیر شدہ، مربع شکل کی عمارت یا مقام ہی کی جانب بار بار اشارہ کر رہے ہیں اور اس مقام کا تقدس متعدد بار زیرِ تذکرہ لا کر ایک مقامِ حج، یعنی ایک مذہبی زیارت گاہ ہی کی حیثیت کو نمایاں کیا جا رہا ہے۔

لہٰذا یہ تمام الفاظ و اصطلاحات جو قارئین اور دوستوں کے ذہنوں میں انتشار و خلفشار کا باعث بن سکتے ہیں علیحدہ سے اسناد کی رُو سے ترجمہ کیے گئے ہیں۔
بعد ازاں تمام تر متعلقہ آیات ذیل میں درج کی جا رہی ہیں اور ان کے قرآن کے بلند اسلوبِ بیان کے مطابق خالص علمی و ادبی معیار سے مزین ترجمے کی کوشش کی گئی ہے، جو سیاق و سباق اور تصریف الآیات کے اصولوں سے مکمل مطابقت کا حامل ہو گا۔
تو آیئے اللہ تعالیٰ کے پاک نام سے ابتدا کرتے ہیں۔

متنازعہ الفاظ و اصطلاحات اور ان کا مستند ترجمہ و تشریح:

(الحج) : حج: (نکرہ) حجت تمام کرنا؛ دلائل کے ساتھ جھگڑنا، کسی مقدمے کی پیروی کرنا، شہادت، گواہی ثبوت پیش کرنا، الزام لگانا، کسی کام کا قصد کرنا، عزت و احترام دینا، (مذہبیت کے اثرات کے تحت معانی: کسی قابل احترام چیز، جگہ یا شخصیت کی طرف جانا)۔ **الحج : (معرفہ)** اللہ کے عطا کردہ نظریے کے بارے میں اپنی حجت یعنی دلیل و برہان مکمل کرنا۔ دین اللہ پر یقین لانے کے لیے تحقیق، دلائل و حجت، اتمامِ حجت۔ حج کے اصل معانی پر مکمل شرحِ صدر کے لیے ملاحظہ فرمائیں، باب کے اواخر میں، یہ آیاتِ مبارکہ: 2/139، 3/61، 3/65، 3/66 جہاں یہ لفظ فعل کے صیغے میں استعمال کیا گیا ہے۔ کسی شک کی گنجائش باقی نہ رہے گی۔

(الْبَيْتَ) : یہ "بات" (baata) سے مشتق ہے جس کا بنیادی معنی ہے رات گزارنا، اور کسی چیز کے بارے میں اور اس کے آخری نتیجے کے بارے میں سوچ و فکر کرنا؛ نیز ذہن میں کچھ سوچ و فکر رکھنا اور اسے چھپا لینا۔ (دیکھیے "بیوت النبی" کے تحقیقی معانی–سورۃ احزاب:53، تراجم کی قسط نمبر 1)۔ اس کے دیگر معانی میں شب خون مارنا بھی آتا ہے۔ **"بیت" اور "البیت" کے معانی میں خاص سوچ و فکر و پلاننگ، سوچ و فکر کا مرکز، خاص نظریاتی مرکز، قرآن کے تناظر میں الہامی فکری مرکز یا ادارہ؛ رات گزارنے کی مخصوص جگہ یعنی گھر، ایک قبر، ایک خاص گھرانا، اشرافیہ،** نیز مذہبی اثرات کے نتیجے میں یہ حضرت نوح کی کشتی کو، مساجد یا پرستش گاہوں کو، کعبہ یا یروشلم کو بھی کہا جاتا ہے۔

by/in/at night (excluding sleep), entered upon or passed the night
tent, house, home; Thinking about something and its end result
Concealed or conceived something in the mind

A structure of clay or any structure signifying a habitation, an abode or dwelling. Buildings, uninhabited houses, shops, ruins, bazaars, places where the entering is allowed by the owners. Ark of Noah, Mosques, places of worship, Kaabeh or Jerusalem
A grave, Household or family, Nobility, Sudden attack in the night or a surprise attack in the night, Remaining through the night (e.g. bread or water that stays out and becomes stale)

(مَّقَامِ اِبْرَاهِیمَ) : یہ "مفروضہ کعبہ" کے احاطے میں ایک مخصوص جگہ کا نام رکھ دیا گیا ہے جہاں موجود ایک پیر کے نشان کو حضرت ابراہیم کے پیر کا پرنٹ کہا جاتا ہے۔ اب اسے جہالت کی انتہا ہی کہا جا سکتا ہے کہ اس امر کو کوئی اہمیت ہی نہیں دی گئی کہ **"مقام" کا لفظ اپنے پہلے میم پر زبر کے ساتھ لکھا گیا ہے، پیش کے ساتھ نہیں**۔ اور یہ ثابت ہے کہ زبر کے ساتھ **مقام کا معانی،،، کوئی جگہ نہیں،،،،، بلکہ ،،،،،، درجہ، مرتبہ، منصب ہے**۔ کیا ایک پیر کا نشان حضرت ابراہیم کا منصب یا مرتبہ قرار دیا جا سکتا ہے، یا پھر یہ توہینِ رسالت کا ارتکاب ہے؟ حقیقت تو یہ ہے کہ قرآن تو یہاں حضرت **ابراہیم کو عطا کردہ بلند منصب، یعنی "انسانیت کا امام"**، کی جانب اشارہ کر رہا ہے، اور ہمارے روایتی تراجم میں، عوام الناس کی ایک قطعی اکثریت کو دھوکا دے کر، ایک "خاص جگہ" کو متبرک و مقدس قرار دیا جا رہا ہے تاکہ اللہ کو چھوڑ کر اس جگہ کی پرستش کی جائے۔

(مُصَلًّی) : صلوٰۃ کا معنی کیونکہ اتباع و پیرویِ قوانینِ الٰہی ہے اس لیے ہر **وہ ماخذ و منبع جہاں سے اتباعِ نظامِ الٰہی کے سوتے پھوٹتے ہوں**، مصلیٰ بھی کہلاتی ہے۔

(بَیْتِیَ) : اوپر کی سطور میں "بیت" کے معانی کی تشریح کی جا چکی ہے۔

(هَٰذَا بَلَدًا) : **یہ خطہِ زمین**۔ حضرت ابراہیم کی دعا کا حصہ ہے اور اشارہ اُس سرزمین کی جانب ہے جہاں حضرت کا وطن تھا اور جہاں آپ نے پہلا مرکزِ ہدایت قائم فرمایا تھا۔ یہاں سے مکہ کا شہر مراد لینا نہایت دور از کار استنباط ہو گا اور ارادتاً ایک مفروضے کو تقویت بخشنے کی نیت رکھتا ہو گا۔

(الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ) : اُسی مرکزِ فکر و ہدایت کے **"قواعد و ضوابط"** (Rules and Regulations) جس کا ذکر پہلے فرمایا گیا۔ یہاں قواعد سے مراد دیواریں اور ان کی تعمیر لینا پھر ایک مفروضے کے تانے بانے بُننے کے مترادف اور ایک سازشانہ ذہن کی کارفرمائی ہو گا۔

(وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا) : **مناسک** کو حج کی رسومات اور ان کا ادا کرنا باور کرایا جاتا ہے، جو پھر حج کے اُسی مفروضے کو تقویت بخشنے کا مقصد رکھتا ہے۔ دیکھیے مستند معانی،،،، **"منسک"؛ "نسک"** : اپنی ذات کی پاکیزگی کا عمل، اللہ سے وابستگی کی زندگی گزارنا، پرہیزگار یعنی باکردار ہونا۔ purify/wash oneself, to lead a devout life, be pious۔: **وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا** "اور ہمیں ہماری ذات کی پاکیزگی / ہماری کردار سازی کی جانب راہنمائی عطا فرما دے"۔

(قِبْلَةً تَرْضَاهَا) : وہ مقصدِ پیشِ نظر جس کا حصول تجھے مطمئن کر دے: **قِبْلَةً : مقصدِ پیشِ نظر، نصب العین۔**

(الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ): یہ ایک ذو معانی اصطلاح ہے جو مختلف مقامات پر مختلف معانی رکھتی ہے۔ اسے حج ہی کے مفروضے کے تحت موجودہ خانہ کعبہ کہا اور سمجھا جاتا ہے، لیکن قرآن میں بہت سے مقامات پر اس معانی کا اطلاق ناممکن ثابت ہوتا ہے۔ لہٰذا ایک درست اور سیاق و سباق کے عین مطابق ترجمے کے لیے اس کے تمام لغوی و استعاراتی معانی کو زیرِ تحقیق لانا ایک لازمی امر ہے۔ غور فرمائیے۔

[الْمَسْجِدِ] : س ج د: برتری، اتھارٹی تسلیم کرلینا؛ جھک جانا، خود کو حقیر کرنا؛ تعظیم دینا، اطاعت کرنا، انکساری / عاجزی کرنا، سلوٹ کرنا؛ احکامات کے سامنے جھک جانا؛ [مفرداتِ راغب: اصل معنی فروتنی اور عاجزی ہیں]؛ تابع ہونا، فرماں برداری، اطاعت میں مکمل عاجزی وخود سپردگی۔ To bow down, prostration, he was or became lowly, humble or submissive, paid respect, salute, honor or magnify, bend or incline, submit to one's will.

مسجد: مساجد: (نکرہ) س ج د سے اسمِ ظرف اور اسمِ مفعول: ہر وہ جگہ جہاں جھکنے، تابع ہونے، برتری یا اتھارٹی تسلیم کرنے، تعظیم دینے، اطاعت کرنے کا عمل بجالایا جاتا ہے۔ یا ہر وہ منبع و ماخذ یا وہ احکامات جن کی برتری تسلیم کی جائے، جن کے سامنے جھکا جائے، جن کی تعظیم دی جائے، جن کے تابع ہوا جائے اور جن کی فرماں برداری کی جائے۔

المسجد اور المساجد (معرفہ)،،،،: وہ خاص مرجع تعظیم واتباع وفرماں برداری جہاں اللہ تعالیٰ کی حکومت یا مرکزِ ہدایت قائم ہو۔ اس ضمن میں قرآن بھی استعارتاً المسجد کے معنی میں آجاتا ہے کیونکہ وہ ہی سب سے بڑا مرکز و منبع و مرجعِ اتھارٹی واطاعت ہے۔ نیز احکامات الٰہی بھی "المسجد" کی اسی تعریف میں آتے ہیں۔ قرآن بھی انہی واجب التعمیل احکامات پر مشتمل ہے۔

[الْحَرَامِ]: [یہ لفظ متضاد معانی پر محیط ہے یعنی حرام اور ممنوع اور پابندیوں کا حامل بھی اور محترم یا قابلِ احترام اور واجب الاطاعت و تقلید بھی۔ استعمال سیاق وسباق کے مطابق ہو گا۔] ممنوعہ، جرم، غیر قانونی، نا قابلِ خلاف ورزی،، لعنتی، انکار کرنا، پابندیوں والا؛ محترم، مقدس، حرمت والا۔

اسی کے مطابق المسجد الحرام کے ایک اور معانی وہ شرائط واحکامات بھی ہوں گے جن کی تعمیل یا پابندی کسی معاہدے کے تحت لازمی ہو گی، کیونکہ یہی اصطلاح قرآن میں سیاق وسباق کے مطابق ان معانی میں بھی لائی گئی ہے۔

[الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى]: ق ص و: دور دراز، فاصلے پر، دور چلے جانا، انتہا۔ اقصیٰ: زیادہ دور، زیادہ فاصلے پر؛ وہ مرکزِ اطاعتِ الٰہی جو دُور کے فاصلے پر قائم ہے۔

(الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ) : الصفا: ص ف و: کسی بھی ملاوٹ سے پاک، ہوا یا ماحول کا بادلوں سے صاف ہونا اور محبت، زندگی، شعور اور دل کا پاک ہونا، کسی بھی چیز کا صاف شفاف، خالص، بہترین، پسندیدہ جزء، صاف، واضح، سچا، مخلص؛ شناخت کرنا، خاص طور پر چننا، ترجیح دینا، زندگی کا سکون، آرام؛ اجر کے طور پر حاصل شدہ خلوص اور پاکیزگی۔

free from admixture, became cloudless (said of air/atmosphere, but also said of love/life/mind/heart), clear/pure/best/choice/favoured part/potion, clear/clarify, true/sincere, distinguish particularly/specially, select/elect/prefer, serenity of life, comfort, reciprocal sincerity/purity.

المروۃ: مروہ: اس کے مادے کا تعین حتمی نہیں۔ پھر بھی قیاس یہی ہے کہ یہ "م ر ء" یا "م ر ی" یا "روء" "روی" میں سے کوئی ہو سکتا ہے۔ اس کے معانی میں مروّت، مہربانی اور خوشگواری کا پہلو نمایاں ہو گا۔ دیگر ممکنہ مادہ م۔ ر۔ و ہو سکتا ہے جس سے "المرو" کا معنی ایک خوشبودار پودا، چقماق پتھر، سخت، بنجر زمین اور ایسا پتھر جس پر جانور ذبح کیا جائے وغیرہ لیا جاتا ہے۔ بہر حال صفاء و مروہ جن دو پتھروں کو کہا جاتا ہے ان کا اپنے نہایت حقیر حجم کے ساتھ پہاڑ یا پہاڑی کہلانا،،،، اور پہاڑ کا اللہ کے شعائر میں سے ہونا عقل وشعور کی رُو سے خارج از امکان ہے۔

(شَعَائِرِ اللَّهِ): شعائر کسی کے عمومی متعین رویے کو کہتے ہیں جس سے کسی کو پہچانا جائے؛"characteristic practices " ... یعنی شعائر کسی کے رجحانات اور نظریات کی عکاسی کرتے ہیں۔ اسی مادہ سے شعر اور شاعر، شعور، مشعر وغیرہ مشتق ہیں۔ اسی کے مطابق یہاں معنی ہو گا اللہ تعالیٰ کا طریقِ کار، اس کی صفاتِ عالیہ یا خصوصیات۔

(حَجَّ الْبَيْتَ): اللہ کے مرکزِ فکر و ہدایت کا قصد کرنا، کسی بھی مرکزِ فکر و ہدایت کا، تا کہ وہاں دلیل و حجت کے بعد اطاعت کے مرحلے تک پہنچا جائے۔

(أوِ اعْتَمَرَ): اعتمر؛ عمرہ، ع م ر: رہائش اختیار کرنا، زندگی گذارنا، لوٹ آنا، آباد کرنا، خدمت کر کے نام بلند کرنا، توجہ دینا، عزت دینا، محبت اور شفقت دینا، زندہ رہنا، عمر، لمبی زندگی وغیرہ۔ (مذہبی معانی: چھوٹا حج، حج جس میں بہت کم رسومات ادا کرنی ہوں، کسی مقدس زیارت پر جانا وغیرہ)

repair/revive, tend, build, promote, cultivate, make ،to inhabit, dwell, mend, habitable, to make better, to develop, populate, to serve/uphold/observe/regard, to visit, to colonize, aimed at it, frequently visit, a visit in which is the cultivation of love/affection, repairing to an inhabited place.
perform a sacred visitation, minor pilgrimmage, pilgrimmage with fewer rites.
to remain alive (save life), to live, life, age, long-life, old-age.

(طواف): **طوف؛ طائف**: ارد گرد گھومنا، چوکیداری کرنا، گشت لگانا، پہرے داری کرنا، خدمت گزاری کرنا، کوتوال، جماعت، گروہ، طوفان، پانی کا ریلہ، وغیرہ

act of going/walking, going/walking around or otherwise, to go or wander about, circuited/compassed, journeyed, came to him, come upon, visitation, visit, approach, drew near, to go round or round about often, encompass,
"the men/people/locusts filled the land like the TWF/flood/deluge", overpowering/overwhelming rain/water that covers,
a servant that serves one with gentleness and carefulness,
a detached/distinct part/portion, a piece or bit, a party/division/sect,
a sort of raisins of which the bunches are composed of closely-compacted berries,
a garment in which one goes round or circuits, a place of going round or round about.

(مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ): حضرت ابراھیم کا طریقہ، راستہ، نظریہ، سیرت و کردار، طور طریقہ۔

(بِبَكَّةَ): **بکۃ**؛ مقابلہ کرنے، کچل دینے، تباہ کر دینے، برتری حاصل کرنے اور مزاحمت کرنے کی قوت؛ ازدھام اور بھیڑ ہونا، وغیرہ۔

pounding or crushing: (on) the neck) (daqqul-&unuqa), distinguishing/ranking (kharaqahu), jostling, pressing or above others (farraqah) crowding(crowds:zahm), any crowding (or crowds), competition. (izdihaam) heaping/piling together/amassing (taraakib), super-imposition of things on top of other things (taraakim), a man/male having or the trying to have sex with a female, denial or rejection a thing or person's dignity, to humiliate, cancellation/dissolution/breaking, being in need or being stout, muscular or rough from activity, name of a place.

(اَلْبَيْتَ الْحَرَامَ): ایک خاص محترم نظریاتی ادارہ / فکری مرکز؛ الہامی فکر وہدایت کا قابلِ احترام مرکز،،، کہیں بھی قائم کیا گیا ہو–مقام اہم نہیں۔

[الھدیٰ]: عمومی: وہ قربانی جو جانور کی صورت میں حرم میں کی جاتی ہے۔ قرآن کی اس آیت: حتّیٰ یبلغ الھدیٰ محلہ: میں الھدی کو مخفف اور مشدد دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ اس کا واحد ھدیۃ اور ھدِیۃ ہے۔ کہا جاتا ہے: ما احسن ھدیتہ: اس کی سیرت کس قدر اچھی ہے۔ مزید معانی: تحفہ، نذرانہ، عطیہ، اسیر، قیدی، صاحبِ عزت، سیرت، طریقہ، بھیجنا، anything venerable or precious.

(مثابۃ): ث وب : واپس لوٹنا، بحال کرنا / بر آمد کر لینا، پچھتانا، جمع کرنا، طلب کرنا، بہنا، وافر ہو جانا، جو ڈھانک لے، تحفظ دے۔ مثابۃ: واپس آنے کی جگہ، لوگوں کی جمع ہونے کی جگہ جو منتشر ہو گئے تھے؛ مسکن، گھر، کپڑے، اخلاقی اصول، رویہ، دل، پیروکار، خالص دل رکھنے والا، اچھا کردار۔

= Tha-Waw-Ba = to return, turn back to, to restore/recover, to repent, to collect/gather.
to call/summon (repeatedly), rise (dust), to flow, become abundant.
something returned (recompence, reward, compensation), to repay.
a thing which veils/covers/protects, a distinct body or company of people.
mathabatan **- place of return, place to which a visit entitles one to** ***thawab*****/reward, assembly/congregation for people who were dispersed/separated previously, place of alighting, abode, house, tent. raiments, garments, morals, behaviour, heart, dependents, followers, robes, clothes, pure/good hearted, of good character.**

اس نکتے تک شرحِ صدر ہو جانے کے بعد اب حج سے تعلق رکھنے والی تمام تر ممکنہ قرآنی آیات کی تحقیق و تدقیق کے ایک نہایت فنّی مرحلہ کا آغاز ہوتا ہے۔ ایک انتہائی پر مشقت اور محتاط ترین علمی کارروائی سے گذرنے کے بعد اس کا ماحصل ایک جدید ترین اور ہر زاویہ سے مستند تحقیقی ترجمہ ذیل میں پیش کر دیا جاتا ہے جس کے ذریعے حج کے عمل کی حقیقت کو آپ کی نظروں کے سامنے روشن اور واضح ہونے سے کوئی طاقت روک نہ سکے گی۔ ان تراجم کا مطالعہ کرتے وقت روایتی ترجمے کے حامل قرآن کا کوئی بھی ایڈیشن ساتھ رکھنے کا مشورہ دیا جاتا ہے تاکہ اُس کا موازنہ اِس تحریر میں پیش کردہ ترجمے سے بیک وقت کیا جا سکے۔ قرآن عربی زبان کا ایک ادبی شہ پارہ ہے، اور اپنے اسلوبِ عالی کی جہت سے استعارات، ضرب الامثال، تشبیہات، محاورات سے مزین تحریر ہے۔ اس لیے اس جدید ترین اردو ترجمے میں کوشش کی گئی ہے کہ قرآن کے اسی اسلوب عالی کی بقدر توفیق پیروی کی جائے۔ جعلی اسلام میں رائج لفظی معانی لینے کے ادنیٰ معیار اور غیر علمی اور غیر مستند رجحان کی نفی کی گئی ہے۔ تو آیئے قارئین، الہامی کلام کا علمی تجزیہ شروع کرتے ہیں۔ واللہ المستعان:-

1) آیاتِ مبارکہ: 2/125-128: البقرۃ (خط کشیدہ الفاظ ہمارے موضوع سے متعلق ہیں)

وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنًا وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى ۖ وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَن طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ (١٢٥) وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَٰذَا بَلَدًا آمِنًا وَارْزُقْ أَهْلَهُ

مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ آمَنَ مِنْهُم بِاللَّـهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۖ قَالَ وَمَن كَفَرَ فَأُمَتِّعُهُ قَلِيلًا ثُمَّ أَضْطَرُّهُ إِلَىٰ عَذَابِ النَّارِ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ (١٢٦) وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (١٢٧) رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِن ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۖ إِنَّكَ أَنتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ (١٢٨)

(نوٹ فرمائیے کہ سیاق وسباق (122/2) کے مطابق یہاں مخاطب قومِ بنی اسرائیل ہے جس سے یہ ثابت ہے کہ یہ ان ہی کے قدیمی علاقے کے کسی مرکز کا ذکر ہے جو حضرت ابراہیم نے وہاں قائم کیا تھا۔ لہٰذا شہر مکہ کے موجودہ نام نہاد کعبے سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔)

"اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے اپنے اس قائم **شدہ مرکزِ فکر وہدایت (الْبَيْتَ)** کو عامۃ الناس کی ہدایت ومنفعت کے لیے بار بار رجوع کرنے کا مقام (مَثَابَةً) اور جائے امن بنا دیا تھا، اور یہ ہدایت دی تھی کہ وہ ابراہیم کے **مقام ومنصب کی پیروی (مُصَلًّى)** کو اپنے مقصود کی حیثیت سے مضبوطی سے پکڑ لیں۔ نیز ہم نے ابراہیم واسماعیل سے یہ وعدہ بھی لے لیا تھا کہ وہ میرے اس مرکزِ فکر کو **اس کی نگہبانی کرنے والوں (لِلطَّائِفِينَ)**، یہاں بیٹھ کر اس کا نظم وضبط قائم رکھنے والوں (الْعَاكِفِينَ)، اس کے اصولوں کے سامنے جھک جانے (الرُّكَّعِ) اور مکمل اطاعت وفرماں برداری (السُّجُود) کے لیے مختص کر کے غیر الٰہی نظریات وعناصر سے پاک (طَهِّرَا) رکھیں گے ﴿۱۲۵﴾۔ اور وہ وقت بھی یاد کرو جب ابراہیم نے عرض کی کہ اے رب اس خطۂ زمین کو امن کا گہوارہ بنا دے اور اس کے اہالیان کو خوشگوار نتائج (الثَّمَرَاتِ) سے بہرہ ور فرما دے، خصوصاً ان میں سے ان لوگوں کو جو اللہ پر اور آخرت کے آنیوالے مرحلۂ زندگی کے نظریے پر یقین رکھنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ درخواست قبول فرمائی تھی اور فرمایا تھا کہ ان میں سے جس نے بھی اس نظریے سے انکار کی روش اپنائی تو ان کو تو میں صرف قلیل پیمانے پر نوازوں گا اور بعد ازاں ایسے لوگوں کو آگ کے عذاب کی جانب دھکیل دوں گا، جو کہ ایک نہایت برا انجام ہے ﴿۱۲۶﴾۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ جب ابراہیم اور اسماعیل اس **الہامی مرکزِ فکر وہدایت کے اصول وقواعد (الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ)** ترتیب دے کر انہیں نمایاں مقام (يَرْفَعُ) دے رہے تھے تو ان کی زبانوں پر یہ دعا جاری تھی کہ اے ہمارے رب ہماری یہ کاوشیں قبول فرما۔ بیشک تو سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے ﴿۱۲۷﴾۔ اے ہمارے رب ہمیں اپنے قوانین کے آگے جھکنے والا بنا اور ہماری نسل میں سے بھی اپنے آگے جھکنے والی قوم پیدا کر دے۔ نیز ہمیں ہماری ذات کی پاکیزگی / کردار سازی (مَنَاسِكَنَا) کے اصول بتا دے اور ہماری جانب خصوصی توجہ فرما۔ بیشک تو توجہ فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے ﴿۱۲۸﴾۔"

2) آیاتِ مبارکہ: البقرۃ 2/144-150 (خط کشیدہ الفاظ ہمارے موضوع سے متعلق ہیں)

قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ ۖ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا ۚ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ۗ وَإِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّهِمْ ۗ وَمَا اللَّـهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ (١٤٤) وَلَئِنْ أَتَيْتَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ بِكُلِّ آيَةٍ مَّا تَبِعُوا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَا أَنتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُم بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ۚ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُم مِّن بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ إِنَّكَ إِذًا لَّمِنَ الظَّالِمِينَ (١٤٥)

"ہم نے دیکھ لیا ہے کہ تیری توجہ (وَجْهِكَ) کا رخ علم وآگہی کے لیے کائنات کی وسعتوں کی جانب (فِي السَّمَاءِ) مرتکز ہے۔ اس لیے ہم تجھے ضرور اُس **گوہرِ مقصود (قِبْلَةً)** کی جانب راہنمائی عطا کرینگے جو تیری تلاش وجستجو کو مطمئن کر دے گا (تَرْضَاهَا)۔ پس اس کے لیے ضروری ہے کہ تُو اب اپنا تمام تر ارتکاز اللہ تعالیٰ کے **واجب التعمیل احکامات (الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ)** کی جانب موڑ لے۔ اور تم سب جہاں بھی موجود ہو اپنی توجہات کو

اسی جانب موڑ لو۔ نیز وہ دیگر لوگ بھی جنہیں اللہ کے احکامات (الْكِتَابَ) دیے گئے ہیں وہ سب یہ جانتے ہیں کہ وہ ان کے رب کی جانب سے نازل کردہ سچائی ہے اور یہ بھی کہ جس روش پر وہ چل رہے ہیں، اللہ اس سے لاعلم نہیں ہے ﴿۱۴۴﴾۔ لیکن ان اہلِ کتاب کی موجودہ صورتِ حال یہ ہے کہ اگرچہ تُو ان کے سامنے ہر واضح نشانی یا دلیل پیش کرے تو بھی وہ تیرے **نصب العین (قِبْلَتَكَ)** کا اتباع نہ کریں گے، کیونکہ تُو اُن کے نصب العین کی متابعت نہیں کرتا۔ خود ان کے اپنے درمیان بھی نصب العین یا مقصدِ حیات کے بارے میں باہم اختلافات موجود ہیں، اور ایسا ہوا کہ تُو حقیقی علم کے حصول کے بعد بھی ان کے باطل خیالات کا لحاظ رکھنے لگ جائے، تو اس صورت میں تُو بھی حق کو جھٹلانے والوں میں شامل ہو سکتا ہے ﴿۱۴۵﴾۔

الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ ۖ وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ (١٤٦) الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ ۖ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ (١٤٧) وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا ۖ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ۚ أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمُ اللَّـهُ جَمِيعًا ۚ إِنَّ اللَّـهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (١٤٨) وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِن رَّبِّكَ ۗ وَمَا اللَّـهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ (١٤٩) وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ (١٥٠)

حقیقتاً ہم نے جن لوگوں کو الہامی صحیفہ عطا فرمایا ہے وہ اسے اتنی ہی اچھی طرح جانتے ہیں جتنے مکمل طریق پر وہ اپنی آل اولاد کو جانتے ہیں، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ان کا ایک گروہ علم رکھتے ہوئے بھی صدقِ بسیط کو جان بوجھ کر پوشیدہ رکھتا ہے ﴿۱۴۶﴾۔ دراصل سچائی صرف تیرے رب کی جانب سے آتی ہے، پس اس کے معاملے میں تم لوگ کبھی شک و شبہ نہ کرنا ﴿۱۴۷﴾۔ ہر ایک کی توجہات کا رخ موڑنے والا وہی ہے، یعنی یہ اسی کی ہدایت سے ہوتا ہے۔ پس اس مقصد کے لیے خیر کے کاموں میں سبقت حاصل کرو۔ اس طریقے سے تم جہاں بھی ہوگے اللہ تعالیٰ تم سب کی کاوشوں کا پورا پورا ساتھ دے گا۔ کیونکہ درحقیقت یہ اللہ ہی ہے جس نے ہر کام کا اور اس کے نتائج کا پیمانہ، قانون، طریقہ کار مقرر و متعین کر دیا ہے ﴿۱۴۸﴾۔ سو تم جس بھی حالت میں اپنے مقاصد کے حصول کے لیے پیش قدمی کرو، **اپنا ارتکاز اللہ کے واجب التعمیل احکامات (الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ)** پر رکھو، کیونکہ یہی تمہارے رب کی جانب سے آئی ہوئی سچائی ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ اس بات سے غافل نہیں ہو تا کہ تمہاری روش کس کے تابع چل رہی ہے ﴿۱۴۹﴾۔ اور تم جس بھی کام کے لیے پیش قدمی کرو، **اللہ کے واجب التعمیل احکامات (الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ)** کی جانب توجہ قائم رکھو، اور تم جس بھی پوزیشن میں ہو اپنی توجہ ادھر سے مت موڑو، تاکہ تمہارا کردار تمام انسانوں کے لیے دلیل و حجت بن جائے، سوائے انکے جو اُن میں سے ظالم ہیں۔ لیکن ایسے لوگوں سے خائف مت ہونا۔ خوف صرف میرے احکامات کی خلاف ورزی سے ہو۔ یاد رہے کہ یہ روش اختیار کرنی اس لیے ضروری ہے تاکہ میں تم پر اپنی عنایات تمام کر دوں اور تم ہدایت یافتہ باکردار انسان بن جاؤ ﴿۱۵۰﴾۔"

3) 2/**158: البقرۃ** (خط کشیدہ الفاظ ہمارے موضوع سے متعلق ہیں)

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَائِرِ اللَّـهِ ۖ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَا ۚ وَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللَّـهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ (١٥٨)

"بیشک اپنی ذات میں **خالص اور پاک ہونا(الصَّفَا)** اور **مہربانی و مروت(الْمَرْوَةَ)** اللہ تعالیٰ کی صفات و خصوصیات میں سے ہیں۔ اس لیے جو بھی اللہ کے **مرکزِ فکر و ہدایت میں حجت کا قصد کرے (حَجَّ الْبَيْتَ)** یا اس کے **تحت زندگی گذارنے کا بندوبست(اعْتَمَرَ)** کر لے تو اس کے لیے کوئی مشکل نہیں رہتی کہ ان دونوں صفات کو اختیار کر کے ان کی نگہداشت و نگہبانی کرے، کیونکہ جس نے بھی کسی عملِ خیر میں حصہ ڈالا(تَطَوَّعَ خَيْرًا) تو وہ جان لے کہ اللہ اس کا علم بھی رکھتا ہے اور ایسی کوششوں کا ثمر بھی عطا کرتا(شَاكِرٌ) ہے۔"

4) 189/2 : **البقرۃ** (ہمارے موضوع سے متعلقہ الفاظ کو خط کشیدہ کر دیا گیا ہے)

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَهِلَّةِ ۖ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۗ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَن تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِن ظُهُورِهَا وَلَـٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَىٰ ۗ وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا ۚ وَاتَّقُوا اللَّـهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (١٨٩)

"وہ تم سے دین اللہ سے متعلق اصولوں کی بلند آواز میں کھلے عام تبلیغ [الْأَهِلَّةِ] کی حکمت کے بارے میں سوال کریں گے۔ انہیں بتا دو کہ وہ وقت آ گیا ہے جب کھلے اعلانات کے ذریعے انسانوں کے روحانی ارتقاء کیلیے ان کو اکٹھا کیا جائے [مَوَاقِيتُ للناس] **اور دلائل و حجت کے ذریعے ابدی سچائی کے یقین تک پہنچا جائے [الحج]**۔ اس لیے اطاعت و احسان و وسعتِ قلبی کا عملی ثبوت یہ نہیں کہ تم ان تعلیمات کو معاشرے کے اشراف یا اعلیٰ خاندانوں [الْبُيُوتَ] تک چور دروازوں سے [ظُهُورِهَا] یعنی خاموش اور خفیہ انداز میں لے کر جاؤ۔ بلکہ اطاعت و احسان کا عملی راستہ تو اس کا ہے جس نے پرہیز گاری سے کام لے کر اپنے نفس کو مضبوط رکھا۔ پس اپنی اشرافیہ **(الْبُيُوتَ)** میں دلیری کے ساتھ اپنا پیغام سامنے کے دروازوں کے ذریعے یعنی کھلے اعلان کے ذریعے لے جاؤ۔ بلند درجات تک پہنچنے کا راستہ یہی ہے کہ اللہ کی راہنمائی کو ذہن میں رکھو تاکہ تم کامیابیاں حاصل کر سکو۔"

5) 196/2-200: البقرۃ (خط کشیدہ الفاظ ہمارے موضوع سے متعلق ہیں)

وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّـهِ ۚ فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۖ وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ ۚ فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِّن رَّأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِّن صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ ۚ فَإِذَا أَمِنتُمْ فَمَن تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ ۗ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ۗ ذَٰلِكَ لِمَن لَّمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَاتَّقُوا اللَّـهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّـهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (١٩٦)

"نیز اللہ تعالیٰ کی منشاء پوری کرنے کے لیے [لِلَّـهِ] اُسکے عطا کردہ نظریہ حیات کے بارے میں **اپنی بحث و دلائل مکمل کر لو [وَأَتِمُّوا الْحَجَّ] اور پھر اس کی ترویج و ترقی کے لیے زندگی گزارو [الْعُمْرَةَ]**۔ لیکن اگر ایسا ہو کہ ناسازگار حالات کے حصار میں قید ہو جاو اور یہ فریضہ ادھورا رہ جائے تو پھر سیرت و کردار کے جو بھی **محترم اور قیمتی اصول[الْهَدْيِ]** میسر ہوں ان پر عمل پیرا رہو۔ اور ان حالات میں اپنے سرکردہ لوگوں کا گھیراؤ بھی نہ کرو جب تک کہ راہنمائی کے قیمتی اصول و قواعد **پھیل نہ جائیں[يَبْلُغُ]** اور مضبوطی سے **اپنی جگہ نہ بنا لیں[مَحِلَّهُ]**۔ اس کے باوجود اگر تم میں سے کوئی ابھی اپنے ایمان و یقین کے معاملے میں کسی کمزوری یا شبہ میں مبتلا ہو، یا اپنے سربراہ کی طرف سے کسی تکلیف یا سزا کا مستوجب ہوا ہو تو وہ اس کی تلافی [فَفِدْيَةٌ] اس طرح کرے کہ **پرہیز کی تربیت حاصل[صِيَامٍ]** کرے، یا اپنے برحق موقف کو ثابت کر دکھائے [صَدَقَةٍ]، یا اپنی ذات کی پاکیزگی

کا عمل [نُسُكٍ] سرانجام دے۔ جب تم امن و سکون کی صورتِ حال میں واپس آ جاو، تو پھر جس نے حق کی پیروی اور ترقی میں زندگی گزاری اور دلائل و حجت تک کے عمل سے فائدہ اٹھالیا ہو تو اس کو جو بھی راہنمائی کے قیمتی اصول میسر آ گئے ہوں وہ ان پر کاربند رہے۔ اور جس کو یہ سب حاصل نہ ہوا ہو تو **وہ حجت کے عمل** کے ضمن میں **تین ادوار کی پرہیزگاری کی تربیت** حاصل کرے۔ اگر تم اس مشن سے رجوع کر چکے ہو یعنی اس فریضے کو ترک کر چکے ہو تو پھر از سرِ نو متعدد بار [سَبْعَةٍ] کی پرہیزی تربیت ضروری ہوگی۔ معاشرے کے ارتقائی مرحلے کی تکمیل [عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ] کا یہ ہی طریقہ ہے۔ یاد رہے کہ یہ تمام طریق کار اُن مخصوص افراد کے لیے تجویز کیا گیا ہے جن کی اہلیت یا استعداد ابھی **واجب التعمیل احکامات الٰہی کو تسلیم کرنے [الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ]** یا ان کی مکمل اطاعت پر کاربند رہنے [حَاضِرِي] کے لیے کافی نہیں ہے۔ البتہ تم سب اجتماعی طور پر اللہ کے قوانین کی نگہداشت کرتے رہو اور یہ جان لو کہ اللہ کی گرفت شدید ہوتی ہے۔"

الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ ۚ فَمَن فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ۗ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ اللَّـهُ ۗ وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ ۚ وَاتَّقُونِ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ (١٩٧)

"اللہ کی راہنمائی کو سمجھنے کے لیے **تحقیق و حجت کرنے [الْحَجُّ]** کا طریقہ کار بہت معروف ہے [أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ] اور جو بھی اس طریقہ کار کی رُو سے **حجت و تحقیق خود پر واجب کرلے (فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ) تو یاد رہے کہ حجیت / بحث و تحقیق کے معاملے** میں نہ قانون شکنی، نہ ہی لڑائی جھگڑا اور نہ ہی بدزبانی (**فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ**) کی اجازت ہے۔ پس اس معاملے میں تم جو بھی اچھائی کا طریق کار اختیار کرو گے وہ اللہ کے ریکارڈ میں درج ہو جائیگا۔ تو آو آگے بڑھو کیونکہ بہترین ارتقاء کا راستہ تقویٰ میں ترقی ہے۔ پس اے اہلِ علم و دانش تقویٰ اختیار کرو۔"

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ ۚ فَإِذَا أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّـهَ عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۖ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ وَإِن كُنتُم مِّن قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّالِّينَ (١٩٨)

"اس فریضے کی تمام کاروائیوں کے دوران تم پر قطعاً ممنوع نہیں اگر تم اپنے رب کا فضل بھی تلاش کرتے رہو یعنی معاشی سرگرمیوں میں مصروف رہو۔ جب تم **اعتراف و اقرار کے مرحلے [عَرَفَاتٍ]** تک پہنچ کر صدقِ بسیط سے مالامال ہو جاو [أَفَضْتُم] تو ایسے **طور طریق یا رسومات کا سامنا کرنے پر جو ممنوع / ناجائز ہوں (عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ)** اللہ تعالیٰ کے احکامات کو پیشِ نظر رکھو اور اُن سے اُسی طرح نصیحت حاصل کرو جیسے اس نے تمہیں راہنمائی دی ہے، خواہ قبل ازیں تم اس ضمن میں گمراہی میں رہے تھے۔"

ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّـهَ ۚ إِنَّ اللَّـهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (١٩٩)

"بعد ازاں اپنے حاصل کردہ علم کو پھیلا دو (أَفِيضُوا) ایسے کہ جس کیفیت میں انسان پھیلے ہوئے، زمین پر آزادی سے نقل و حرکت کرتے ہیں۔ اور اللہ سے تحفظ مانگتے رہو۔ بیشک اللہ تحفظ اور رحمت عطا کرنے والا ہے۔"

فَإِذَا قَضَيْتُم مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّـهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا ۗ فَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ (٢٠٠)

"پھر اگر تم نے اپنی ذات کی تطہیر کا عمل سر انجام دے لیا تو اس کے بعد بھی اللہ کے قوانین کو یاد کرتے رہو جیسے کہ تم اپنے اسلاف / مشاہیر کو یاد کیا کرتے ہو، یا اس سے بھی زیادہ شدت سے یاد کرو۔ اس لیے کہ تم لوگوں میں ایسے بھی انسان موجود ہیں جو اصرار کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں اس دنیا میں ہی تمام مال و متاع حاصل ہو جائے۔ تو یاد رہے کہ ایسے لوگوں کے لیے اگلے بلند تر درجۂ زندگی میں کوئی حصہ نہیں ہے۔"

6) 2/217: **البقرة** (خط کشیدہ الفاظ ہمارے موضوع سے متعلق ہیں)

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ ۖ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ ۖ وَصَدٌّ عَن سَبِيلِ اللَّـهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِندَ اللَّـهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۗ وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّىٰ يَرُدُّوكُمْ عَن دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا ۚ وَمَن يَرْتَدِدْ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَـٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ وَأُولَـٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (٢١٧)

"یہ لوگ تم سے **معاہدوں کی پابندیوں کی کیفیت / شرائط (الشَّهْرِ الْحَرَامِ)** کے بارے میں پوچھتے ہیں، اور اس کے دوران جنگ کرنے کے بارے میں بھی۔ انہیں بتاؤ کہ ان پابندیوں کے دوران جنگ کرنا بہت غلط کام ہے۔ بلکہ اللہ کے راستے سے ہٹ جانا اور اس سے انکار کے مترادف ہے۔ نیز اللہ **کے واجب التعمیل احکامات (وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ)** کا بھی انکار ہے اور اللہ کے احکامات کے دائرے سے اہلِ تسلیم و رضا (أَهْلِهِ) کا خارج ہو جانا اللہ کے نزدیک گناہِ کبیرہ ہے۔ نیز کسی بھی امر میں جماعت میں انتشار یا بے اتفاقی (الْفِتْنَةُ) پیدا ہونا قتل سے بھی بڑا جرم ہے۔ اگرچہ وہ لوگ تم سے محاذ آرائی اس وقت تک نہ چھوڑیں گے جب تک کہ تمہیں تمہارے دین سے ممکنہ طور پر برگشتہ نہ کر دیں، لیکن تم میں سے جو بھی اپنا دین چھوڑ دے گا اور کفر کی حالت میں مر جائیگا، تو وہ دنیا اور آخرت دونوں زندگیوں میں اپنے اعمال ضائع کر دے گا۔ ایسے لوگ آگ کی مانند جلانے والے عذاب کے مستحق ہوتے ہیں، جس میں وہ ہمیشہ رہینگے۔"

7) 3/95-97: آلِ عمران (خط کشیدہ الفاظ ہمارے موضوع سے متعلق ہیں)

قُلْ صَدَقَ اللَّـهُ ۗ فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ (٩٥) إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ (٩٦) فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ ۖ وَمَن دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا ۗ وَلِلَّـهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللَّـهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ (٩٧)

(یہ آیات بھی بنی اسرائیل ہی کی قدیمی تاریخ ہی کا ذکر کر رہی ہیں اور اس تاریخ کو کوئی تعلق نہ مکہ سے ہے اور نہ ہی عرب قوم سے۔ رسول سے کہا جا رہا ہے کہ انہیں یاد کراؤ کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا تھا۔ اس ذاتِ پاک پر جھوٹ کی افترا مت لگاؤ (3/94)۔ حضرت ابراہیم تمہاری مانند مشرک نہ تھے۔ تم انہی کا بتایا ہوا سیدھا راستہ اختیار کرو (3/95)۔۔۔۔۔۔)

" کہدو کہ اللہ نے سچ فرمایاہے۔ لہذا تم سب **ابراہیم کے اختیار کردہ سیدھے راستے کا** اتباع کرو کیونکہ وہ اللہ کے ساتھ شرک کرنے والوں میں سے نہیں تھا۔ درحقیقت وہ پہلا **ادارہ/مرکز** (بَيْتٍ) جو انسانوں کی منفعت کے لیے تشکیل دیا گیا تھا (وُضِعَ لِلنَّاسِ)، جو لازمی طور پر **مزاحمت کرنے اور کچل دینے کی قوت رکھتا تھا (لَلَّذِي بِبَكَّةَ)**، نشوونما اور استحکام دینے والا اور تمام انسانیت کیلیے ضابطہِ کردار تھا، اس کی تشکیل میں ابراھیم کے بلند **مرتبے و منصب (مَّقَامُ)** کی واضح نشانیاں تھیں۔ اس لیے جو بھی اس کے دائرہ اثر میں داخل ہوا تھا، امن کے سائے میں آ گیا تھا۔ پس اللہ کے قرب کی خاطر تمام انسانوں پر فرض کیا گیا تھا کہ ان میں سے جس کو بھی ایسا موقع میسر آ جائے تو وہ **الہامی مرکزِ فکر وہدایت (حِجُّ الْبَيْتِ) کا قصد ضرور** کرے۔ پس جس نے اس حکم کا انکار کیا تھا تو جان لے کہ اللہ کسی کا محتاج نہیں کیونکہ وہ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔"

8) 183/3: آلِ عمران (خط کشیدہ الفاظ ہمارے موضوع سے متعلق ہیں)

الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّـهَ عَهِدَ إِلَيْنَا أَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُولٍ حَتَّىٰ يَأْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَأْكُلُهُ النَّارُ ۗ قُلْ قَدْ جَاءَكُمْ رُسُلٌ مِّن قَبْلِي بِالْبَيِّنَاتِ وَبِالَّذِي قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوهُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ (١٨٣)

" یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے تھے کہ اللہ نے ہم سے عہد کیا تھا کہ ہم اس وقت تک کسی رسول پر ایمان نہ لائیں جب تک وہ ہمارے **پاس سوختنی قربانی لے کر** نہ آئے۔ ان سے کہو کہ تمہارے پاس مجھ سے قبل رسول آ چکے ہیں، کھلی نشانیوں کے ساتھ اور ان چیزوں کے ساتھ جو تم نے مطالبے کیے تھے، پھر تم کیوں ان سے جھگڑتے رہے ہو اگر تم سچے تھے۔"

(قارئین کے لیے نوٹ: یہ سوختنی قربانی کا مطالبہ اُن لوگوں کا تھا، اور جھوٹ پر مبنی تھا۔ اس لیے **یہاں سے قربانی کی رسم کے جواز کا کوئی اثبات نہیں** ہوتا۔ قربانی کا لفظ ان معنوں میں قرآن میں اور کہیں نہیں پایا جاتا۔ اس کا مادہ ق ر ب ہے۔ اور "قربان" اللہ کا قرب حاصل کرنے والے عمل کو کہا گیا ہے۔)

9) 2/5: المائدہ (خط کشیدہ الفاظ ہمارے موضوع سے متعلق ہیں)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحِلُّوا شَعَائِرَ اللَّـهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَائِدَ وَلَا آمِّينَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّن رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ۚ وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا ۚ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ أَن صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَن تَعْتَدُوا ۘ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۚ وَاتَّقُوا اللَّـهَ ۖ إِنَّ اللَّـهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (٢)

"اس لیے، اے ایمان لانے والو، تم خود کو اللہ کے بتائے ہوئے **شعائر یعنی طور طریق، صفات و خصوصیات** کی پیروی سے آزاد نہ کیا کرو۔ نہ ہی معاہدوں کی رو سے **عائد شدہ پابندیوں کی صورتِ حال یا کیفیت** [الشَّهْرَ الْحَرَامَ] سے بری الذمہ ہو جایا کرو۔ نہ ہی **حسنِ سیرت کے قیمتی اصولوں [الْهَدْيَ]** کو نظر انداز کرو۔ نہ ہی خود پر عائد دیگر ذمہ داریوں سے [الْقَلَائِدَ] احتراز کرو، اور نہ ہی اپنے **واجب الاحترام مرکز کے ان ذمہ داروں [آمِّينَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ]** سے غافل ہو جاؤ جو اپنے نشوونما دینے والے کے فضل اور رضامندی کے لیے جدوجہد کر رہے ہوں۔ البتہ جب تم کسی بھی معاہدے کی پابندیوں سے آزاد ہو جاؤ [حَلَلْتُمْ] تو پھر ضرور اپنی طاقت واقتدار قائم کرنے میں [فَاصْطَادُوا] لگ جاؤ۔ لیکن اس صورت میں بھی ایک قوم کی وہ

دشمنی کہ انہوں نے تمہیں **واجب التعمیل احکاماتِ الٰہی[الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ]** کی بجا آوری اور نفاذ سے روک رکھا تھا، تمہیں اس جرم پر مجبور نہ کر دے کہ تم حدود سے تجاوز پر اُتر آو[أَن تَعْتَدُوا]۔ بس یہ امر پیشِ نظر رہے کہ ہمیشہ کشادِ قلب اور کردار سازی کے مدعے[الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ] پر اشتراکِ عمل کرو اور گناہ اور حدود فراموشی پر دستِ تعاون دراز مت کرو۔ اللہ کی ہدایات کے ساتھ پرہیز گاری کے جذبے سے وابستہ رہو۔ یہ حقیقت سامنے رہے کہ اللہ کا قانون گرفت کرنے میں بہت ہی سخت ہے۔"

10) 34/8-35: الانفال (خط کشیدہ الفاظ ہمارے موضوع سے متعلق ہیں)

وَمَا لَهُمْ أَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللَّـهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوا أَوْلِيَاءَهُ ۚ إِنْ أَوْلِيَاؤُهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ وَلَـٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (٣٤) وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِندَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً ۚ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ (٣٥)

"اللہ کیوں انہیں عذاب میں مبتلا نہ کرے گا کیونکہ یہ احکاماتِ الٰہی(الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ)کی بجا آوری میں رکاوٹیں ڈالتے ہیں اور یہ ہر گز اللہ کے دوست نہیں ہو سکتے۔ دراصل اللہ کے دوست تو وہی ہو سکتے ہیں جو اس کے احکامات کی تعمیل یعنی پرہیز گاری(الْمُتَّقُونَ) کرتے ہیں۔ لیکن اِن کی اکثریت اس حقیقت کا علم نہیں رکھتی۔ الہامی مرکزِ فکر و ہدایت میں(عِندَ الْبَيْتِ) آکر ان کا بولنا اور شکایت و فریاد کرنا(**صَلَاتُهُمْ**) سوائے لایعنی چیخ و پکار کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ پس، انہیں بتادو کہ تم اپنے تکفیری موقف کا عذاب ضرور چکھو گے۔"

11) 9/ ٣ : **التوبۃ** (ہمارے موضوع سے متعلقہ الفاظ کو خط کشیدہ کر دیا گیا ہے)

وَأَذَانٌ مِّنَ اللَّـهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللَّـهَ بَرِيءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ۙ وَرَسُولُهُ ۚ فَإِن تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّـهِ ۗ وَبَشِّرِ الَّذِينَ كَفَرُوا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ (٣)

"اللہ اور رسول کی جانب سے تمام انسانیت کے لیے، اللہ کے **دین کی اتمامِ حجت کے لیے عطا کیے گئے اس عظیم موقع** (**يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ**) پر یہ اعلان عام کیا جاتا ہے کہ اب اللہ اور اس کا رسول مشرکین کی جانب سے عائد تمام اخلاقی اور تزویراتی ذمہ داریوں سے بری الذمہ ہو چکے ہیں۔ اس لیے اب اگر تم صحیح راستے کی جانب لوٹ آتے ہو تو وہ تمہارے لیے خیر، یعنی امن اور خوشحالی کا باعث ہو گا۔ لیکن اگر تم اب بھی اس جانب سے اپنا منہ موڑ لیتے ہو، تو یہ اچھی طرح جان لو کہ تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکو گے۔ اے نبی، حق کا انکار کرنے والوں کو دردناک سزا کی نوید دے دو۔

12) 9/**7**: **التوبۃ** (خط کشیدہ الفاظ ہمارے موضوع سے متعلق ہیں)

كَيْفَ يَكُونُ لِلْمُشْرِكِينَ عَهْدٌ عِندَ اللَّـهِ وَعِندَ رَسُولِهِ إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدتُّمْ عِندَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ فَمَا اسْتَقَامُوا لَكُمْ فَاسْتَقِيمُوا لَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّـهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ (٧)

"مشرکین کے حق میں کیا گیا کوئی عہد نامہ کیسے حکومتِ الٰہیہ کو منظور ہو سکتا ہے، سوائے ایسے عہد نامے کے جو تم نے ان لوگوں کے ساتھ **قرآن (المسجد الحرام) کے مطابق یا احکاماتِ الٰہیہ کی رُو** سے کیا ہو۔ اس لیے جو اقدام / پالیسی تمہارے لیے استقامت کا ذریعہ بنے، اس لوگوں کے ساتھ اسی پالیسی پر قائم رہو۔ بیشک اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں سے محبت رکھتا ہے۔"

13) 22/25-34: سورۃ الحج (خط کشیدہ الفاظ ہمارے موضوع سے متعلق ہیں)

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّـهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ ۚ وَمَن
يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ (٢٥) وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَن لَّا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ
بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ (٢٦) وَأَذِّن فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ
مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ (٢٧) لِّيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّـهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ
الْأَنْعَامِ ۖ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ (٢٨) ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ
(٢٩) ذَٰلِكَ وَمَن يُعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللَّـهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ عِندَ رَبِّهِ ۗ وَأُحِلَّتْ لَكُمُ الْأَنْعَامُ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ ۖ فَاجْتَنِبُوا
الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ (٣٠) حُنَفَاءَ لِلَّـهِ غَيْرَ مُشْرِكِينَ بِهِ ۚ وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّـهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ
السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ (٣١) ذَٰلِكَ وَمَن يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّـهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى
الْقُلُوبِ (٣٢) لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ (٣٣) وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا
لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّـهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۗ فَإِلَـٰهُكُمْ إِلَـٰهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا ۗ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ (٣٤)

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّـهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ ۚ وَمَن يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ (٢٥)

"وہ لوگ جنہوں نے انکار کی روش اپنائی اور اللہ کے اس راستے سے (عَن سَبِيلِ اللَّـهِ)اور **واجب التعمیل احکاماتِ الٰہی کی بجا آوری** (وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ) کے اس فریضے سے روکتے ہیں جو ہم نے انسانوں کے فائدے کے لیے پیش کیا ہے، اور جو اس مشن کے نظم وضبط سنبھالنے کے ذمہ داروں (الْعَاكِفُ فِيهِ)اور یہاں تعلیم کی شروعات کرنے والوں سب کے لیے مساوی اہمیت کا حامل ہے، سو وہ جان لیں کہ جو بھی اس معاملے میں ناحق طریقہ کار استعمال کرتے ہوئے(بِظُلْمٍ) کج روی اختیار کرے گا، یعنی صحیح راستے سے ہٹنے کا ارادہ کرے گا، ہم اسے دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے ﴿۲۵﴾۔"

وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَن لَّا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ (٢٦)

"اور یاد کرو جب ہم نے ابراھیم کے لیے **مرکزِ فکر وہدایت کے قیام (مَكَانَ الْبَيْتِ) کا تعین** کر دیا تھا تا کہ میری ذات کے ساتھ یعنی میری اتھارٹی و وحدانیت میں کسی کو شریک نہ کیا جائے، اور میرے **مرکزِ فکر وہدایت** (بَيْتِيَ) کو اس **کی نگرانی / نگہبانی کرنے**، اس کو صحیح شکل میں قائم رکھنے اور اس کے سامنے جھکنے اور عاجزی کرنے والوں کے لیے غیر الٰہی نظریات سے پاک رکھا جائے۔"

وَأَذِّن فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ (٢٧)

"اور حکم دیا تھا کہ **انسانوں کے درمیان حجیت کا [بِالْحَجِّ] اعلانِ عام** کر دو۔ وہ سب تمہارے پاس ہر دور دراز کے مقام سے [مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ] دلیری کے ساتھ [رِجَالًا] آئیں اور ہر ایک اپنے ضمیر کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے آئے [وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ] ،"

لِّيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّـهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۖ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ (٢٨)

"تاکہ اس نظریہ حیات میں وہ اپنے لیے منفعت کا بذاتِ خود مشاہدہ کر لیں اور تحصیلِ علم و تربیت کے ایک دورانیے [فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ] میں اللہ کی صفات عالی کو ذہن نشین کرتے رہیں تاکہ اس کی روشنی میں ان تعلیمات پر حاوی آ جائیں [عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم] جس نے انہیں جانوروں کی مانند غیر یقینی اور مبہم روشِ زندگی [بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ] اختیار کرنے پر لگا دیا تھا۔ پس وہ اسی علم کی روشنی سے استفادہ کریں(**فَكُلُوا مِنْهَا**) اور جو اس سے محروم اور بدحال ہیں انہیں بھی مستفید کریں۔"

ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ (٢٩)

"پھر اس کے بعد اپنی ذہنی الائشوں سے پاکیزگی [تَفَثَهُمْ] کا کام تکمیل تک پہنچائیں [لْيَقْضُوا]، اپنے اوپر واجب کیے ہوئے عہد کو پورا کریں [وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ] اور حکومتِ الٰہیہ کے **محترم و متقدم مرکز (الْبَيْتِ الْعَتِيقِ) کی نگہبانی اور حفاظت [وَلْيَطَّوَّفُوا] کا فریضہ انجام دیں۔**"

ذَٰلِكَ وَمَن يُعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللَّـهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ عِندَ رَبِّهِ ۗ وَأُحِلَّتْ لَكُمُ الْأَنْعَامُ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ ۖ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ (٣٠)

"اس کے علاوہ جو بھی اللہ تعالیٰ کی محترم قرار دی گئی اقدار [حُرُمَاتِ اللَّـهِ] کی تعظیم کا رویہ اختیار کرے گا تو وہ اللہ کے نزدیک اس کے حق میں خیر کا باعث ہوگا۔ نیز تمہارے لیے اللہ کی عطا کردہ تمام نعمتیں اور عطیات [الْأَنْعَامُ] حلال کر دیے گئے ہیں ماسوا ان مخصوص امور کے جن کی پیروی / اتباع کرنے کے لیے تم پر ذمہ داری ڈالی گئی ہے، یعنی جن کا تمہیں پابند کیا گیا ہے۔ پس پرستش اور عقیدت کے مراکز بنانے [الْأَوْثَانِ] کی برائی سے اجتناب کرو اور اجتناب کرتے رہو ایسی زبان بولنے سے جو جھوٹ سے پُر ہو۔"

ذَٰلِكَ...... وَمَن يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّـهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى الْقُلُوبِ (٣٢)

"اور جو لوگ اللہ کے ہدایت کردہ راستے یا طور طریق کی عظمت کو بلند کریں گے، وہ اسے تقویتِ قلوب کا ذریعہ پائیں گے۔"

لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ (٣٣)

"اسی راستے میں تم سب کے لیے ایک معینہ مدت تک منفعت ہے۔ پھر اس ہدایت کا مستقل مرکز و منبع اللہ کا محترم و متقدم مرکزِ ہدایت [الْبَيْتِ الْعَتِيقِ] ہے۔"

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّـهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۗ فَإِلَـٰهُكُمْ إِلَـٰهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا ۗ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ (٣٤)

"نیز ہم نے ہر قوم کے لیے پاکیزگی ذات کے ذرائع / طریقے / اصول [مَنسَكًا] پیش کر دیے ہیں تاکہ وہ اللہ کی صفاتِ عالی کو ذہن نشین کریں [لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّـهِ] اور اس کی روشنی میں جانوروں کی مانند غیر یقینی یعنی مبہم روشِ زندگی [بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ] پر حاوی آ جائیں جس کی انہیں تربیت دی گئی تھی [مَا رَزَقَهُم]، یعنی جو کچھ انہوں نے سابقہ زندگی میں سیکھا تھا۔ اور وہ یہ سمجھ لیں کہ تمہارا اللہ ہی اصل حاکم ہے۔ اس لیے اسی کی ہدایات پر سرِ تسلیم خم کر دیں۔ جو اس معاملے میں عاجزانہ اور تابعدارانہ روش رکھتے ہوں ان کو فوری نتائج کی خوشخبری دے دو۔"

14) الفتح: 25/48: (خط کشیدہ الفاظ ہمارے موضوع سے متعلق ہیں)

هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوكُمْ <u>عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ</u> <u>وَالْهَدْيَ</u> مَعْكُوفًا أَن يَبْلُغَ مَحِلَّهُ ۚ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُونَ وَنِسَاءٌ مُّؤْمِنَاتٌ لَّمْ تَعْلَمُوهُمْ أَن تَطَئُوهُمْ فَتُصِيبَكُم مِّنْهُم مَّعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ لِّيُدْخِلَ اللَّـهُ فِي رَحْمَتِهِ مَن يَشَاءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوا لَعَذَّبْنَا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا (٢٥)

"یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے انکار کی روش اپنائی تھی، تمہیں احکاماتِ الٰہی (الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ) کی پیروی سے روکا، اور حسن سیرت کے قیمتی اصولوں (الْهَدْيَ) کو اپنی صحیح جگہ تک پھیل جانے سے روکا تھا۔ کیونکہ وہاں ایسے مومن مرد و خواتین تھے جنہیں تم نہیں جانتے تھے، اس لیے اندیشہ تھا کہ نادانستگی میں وہ تمہارے ہاتھوں نقصان اٹھا کر تمہیں ندامت کا شکار بنا دیتے۔ اللہ تعالیٰ تو لازمی طور پر ہر ایک کو جو بھی ایسا چاہے اپنی رحمت میں داخل فرما لیتا ہے، لیکن اگر یہ لوگ دوسروں سے علیحدہ کیے جاسکتے تو ان میں سے باقی جو کفر کرنے والے رہ جاتے انہیں ہم نے ضرور دردناک عذاب میں مبتلا کیا ہوتا۔۔"

<u>فعل کے صیغے میں لفظ حج کے وہ استعمالات جو اس کے حقیقی معانی بالکل واضح کر دیتے ہیں</u>

اور اب محترم قارئین، قرآن ہی کی سند کے ساتھ، ذیل کی صرف پانچ عدد مختصر آیات میں، حج کے لفظ کے وہ خاص استعمالات بھی دیکھ لیتے ہیں جہاں سے یہ آپ کو اپنے حقیقی معانی اور درست تناظر میں بآسانی نظر آ جائیگا اور یہ ثابت کر دے گا کہ یہ کوئی مذہبی رسم نہیں بلکہ بحث، دلائل، دلائل کے ساتھ الجھنا، جھگڑا کرنا، گواہی، حجت، لفظی تبادلہِ خیالات، اتفاقِ رائے قائم کرنے کی کوشش، وغیرہ ہی کے معانی رکھتا ہے۔ اس کا معنی و مفہوم ہرگز بھی "زیارتِ حج" نہیں۔ ملاحظہ فرمائیں متعلقہ آیات۔

1) آیت: 139/2: (**حج: تُحَاجُّونَنَا**)

قُلْ <u>**أَتُحَاجُّونَنَا**</u> فِي اللَّـهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ وَلَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُخْلِصُونَ ﴿١٣٩﴾

"ان سے کہو کہ کیا تم اس حقیقت کا علم رکھنے کے باوجود اللہ کے بارے میں <u>**ہم سے بحث و حجت کرتے**</u> ہو کہ وہ ہمارا اور تمہارا پروردگار ہے۔ تو پھر ہمارا طرزِ عمل ہمارے لیے ٹھیک ہے اور تمہارا طرزِ عمل تمہارے لیے موزوں ہے، کیونکہ ہم تو اس ذاتِ پاک کے حق میں خلوص سے کاربند ہیں۔"

2) آیت: 61/3: (**حج: حَاجَّكَ فِيهِ**)

فَمَنْ <u>**حَاجَّكَ فِيهِ**</u> مِن بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللَّـهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ﴿٦١﴾

"پس جو کوئی بھی <u>**تیرے ساتھ اس امر میں بحث و مباحثہ کرے**</u>، اس کے بعد کہ تیرے پاس الہامی علم آ چکا ہے، تو انہیں کہہ دے کہ آؤ ہم اپنی اپنی جماعتوں کے ساتھ اپنے اپنے عمل میں ایک دوسرے کو آزاد چھوڑ دیں اور ایسی روش اختیار کریں کہ جو جھوٹا ہو اس پر اللہ کے راستے سے دوری / محرومی ثابت ہو جائے"۔

3) آیت 65/3: (**حج: <u>تُحَاجُّونَ</u>**)

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ **لِمَ تُحَاجُّونَ** فِي إِبْرَاهِيمَ وَمَا أُنزِلَتِ التَّوْرَاةُ وَالْإِنجِيلُ إِلَّا مِن بَعْدِهِ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٦٥﴾

"اے اہلِ کتاب تم ابراھیم کے بارے میں **کیوں بحث / حجت کرتے** ہو جبکہ تمہاری تعلیمات کے ماخذ تورات اور انجیل تو ان کے دور کے بعد نازل ہوئی تھیں۔ تم کیوں عقل سے کام نہیں لیتے"۔

4) آیت 3/66: (**حج: حَاجَجْتُمْ - تُحَاجُّونَ**)

هَا أَنتُمْ هَـٰؤُلَاءِ **حَاجَجْتُمْ** فِيمَا لَكُم بِهِ عِلْمٌ **فَلِمَ تُحَاجُّونَ** فِيمَا لَيْسَ لَكُم بِهِ عِلْمٌ ۚ وَاللَّـهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ

"تم وہ لوگ ہو جو ان چیزوں کے بارے میں **بحث و تکرار / جھگڑا کرتے** رہے ہو جن کا تمہارے پاس علم تھا۔ لیکن تم اب ان چیزوں کے بارے میں کیوں **جھگڑتے ہو** جن کا تمہارے پاس علم ہی نہیں ہے۔ یہ باتیں اللہ تعالیٰ جانتا ہے، جبکہ تم لا علم ہو"۔

5) آیت 3/73: (**حج: يُحَاجُّوكُمْ عِندَ رَبِّكُمْ**)

وَلَا تُؤْمِنُوا إِلَّا لِمَن تَبِعَ دِينَكُمْ قُلْ إِنَّ الْهُدَىٰ هُدَى اللَّـهِ أَن يُؤْتَىٰ أَحَدٌ مِّثْلَ مَا أُوتِيتُمْ أَوْ **يُحَاجُّوكُمْ عِندَ رَبِّكُمْ**۔

اور تم تو سوائے اس کے کسی اور پر ایمان نہیں لاتے جو تمہارے طرزِ زندگی کا اتباع کرے۔ اور ان سے کہدو کہ الہامی ضابطہِ کردار صرف وہ ہے جو اللہ نے ھدایت کیا ہے اور وہ کسی کو اسی طرح عطا کیا جاتا ہے جیسے کہ تم لوگوں کو عطا کیا گیا تھا اور اس طرح انہیں تمہارے رب کے سامنے **تمہارے خلاف دلیل و حجت پیش کرنے** کا مواد مل جاتا ہے۔

محترم قارئین، یہاں فریضہ حج سے متعلق ہماری قرآنی تحقیق کا بڑا جزو تمام ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات عالی سے قوی امید ہے کہ اس کاوش سے مقصدِ پیشِ نظر کی تمامتر خوش اسلوبی کے ساتھ تکمیل ہو سکے گی اور تعلیم یافتہ مسلمانوں کی غالب اکثریت ان رسومات کو ایک نئی روشنی میں دیکھنا شروع کر دے گی۔ یہی اس ناچیز کا ہدف اور مقصود و مطلوب ہے۔

(8) اختتامیہ

قارئینِ کرام، حج کی بے روح و بے سود رسم کی اصلیت جاننے کے لیے آج اس ناچیز کے ہاتھوں کسی نئی اور انوکھی مہم کا آغاز نہیں کیا گیا۔ گزشتہ ادوار میں اس کی بے بضاعتی شعوری ارتقاء رکھنے والے سکالرز کی نظروں میں آ چکی تھی۔ تب اس موضوع پر جو کچھ بھی لکھا گیا وہ امتدادِ زمانہ اور مذہبی و سیاسی جبر جیسے دیگر عوامل کے سبب ہمارے سامنے نہیں آ سکا۔ ہم اُن کی بیش قدر راہنمائی سے محروم رہے۔ البتہ یہ حقیقت، الحمد للہ، ہمارے سامنے موجود ہے کہ اس رسم کے بارے میں حضرت علامہ اقبال (ر) نے جہاں بھی اپنی قرآنی بصیرت کے تحت کچھ کہا، وہ اندھی تقلید اور روایت پرستوں کے اعتقادات کے بالکل برعکس تھا۔ نیز ان کے کلام سے یہ امر بالکل واضح ہے کہ وہ معاملے کی تہہ تک پہنچ چکے تھے، جیسا کہ مندرجہ بالا متن میں ان کے چند اشعار کے حوالوں سے ثابت ہے۔ بعد ازاں جلد ہی رجعت الی القرآن کی تحریک کے شہسواروں میں سے اقبال ہی کے افکار سے فیض یافتہ، ایک نابغۂ روزگار سکالر نے اس مدعے کو اپنی تفکیر و تحقیق کا موضوع بنایا، اور ایک بڑا دلیرانہ قدم اُس فرسودہ نظریے سے آگے بڑھایا۔ انہوں نے اپنی تحریروں میں، شدید نامساعد حالات کا سامنا کرتے ہوئے بھی، حج کی موجودہ رسومات کو بے بنیاد قرار دیا اور اس عظیم اسلامی اجتماع کا مقصد مسلم اقوام کی ایک سالانہ عالمی کانفرنس اخذ کیا، جس کے لیے مکہ کا تعین اس لیے کیا گیا تھا کہ وہ دینِ اسلام کے آغاز کا مرکز تھا۔ ان کے نزدیک عالمِ اسلام کے مسائل اور ان کی اجتماعی ڈپلومیسی کی تعیین کے لیے یہ سالانہ اجتماع تجویز کیا گیا تھا، اور اس میں شرکت صرف اربابِ اختیار کا فرضِ منصبی تھا، تاکہ وہ اکٹھے ہو کر دینِ اسلام اور عالمِ اسلام کی سربلندی کے لیے مشترکہ پالیسیاں تشکیل دیں۔ لاکھوں عوام الناس کی مغفرت چاہنے والی یہ بھیڑ بھاڑ ان کی نظر میں بھی وقت اور وسائل کا ضیاع اور دینِ اسلام میں خفیہ مفادات کے تحت عائد کردہ ایک کجروی تھی۔ اس امر کا اعتراف کیا جانا چاہیئے کہ ان کی حیات تک نظریہ حج کی یہی تشکیلِ جدید علم و عقل کے معیار (rational and intellectual standards) پر پوری اُترتی تھی، کیونکہ وقت کے اُس خاص مرحلے تک نئے علمی انکشافات نے خود مقامِ کعبہ کی افسانوی مرکزی حیثیت کو چیلنج نہ کیا تھا۔ نہ ہی شہر مکہ کے قیام کا مبینہ طور پر زمانۂ قدیم میں انبیاء کے ہاتھوں سرانجام پانا زیرِ تحقیق لایا گیا تھا۔ خود رسول ﷺ کا اپنی حیات کے آخری دور میں مکہ اور کعبہ کو کسی نوع کی کوئی اہمیت نہ دینا بھی ایک حقیقت کے طور پر سامنے نہ لایا گیا تھا۔ یہ انکشاف بھی ابھی دُور تھا کہ حج اور دیگر دورِ جاہلیہ کی رسومات کا دوبارہ اجراء صرف عہدِ ملوکیت کی دراندازی کا شاخسانہ تھا اور ایک جعلی اسلام کی تشکیل کی کارروائیوں کا اہم حصہ تھا۔ اور یہ کہ اسی دو نمبر کے اسلام کو متعارف اور رائج کروانے کے سلسلے میں بے بنیاد دیومالائی افسانوں کی مدد لی گئی تھی جن میں اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ نظریہ حیات کی بجائے مقامات و شخصیات کو متبرک و مقدس قرار دیا جاتا تھا۔ بہر حال، آج کے اس انتہائی ترقی یافتہ دور میں اس ناچیز کی اس زیرِ نظر تحریر کے ذریعے حقیقی اسلام کی دریافت و بازیافت کی اس جاری مہم میں کعبہ و حج کی اصلیت کے بارے میں اب تک تحقیق کردہ تمام ممکنہ انکشافات سے پردہ اُٹھا کر، تمام سامنے آنیوالی جعلسازیوں کا بطلان کرتے ہوئے، ایک اور بڑا اور دلیرانہ قدم آگے بڑھا دیا گیا ہے۔ اصحابِ علم کو ایک سنجیدہ اور بامقصد تفکیر، تجزیہ، تحلیل اور تنقید کی دعوتِ عام ہے۔

بات بڑی واضح اور حقائق پر مبنی ہے۔ مختصراً تحریر کو تمام کرتے ہوئے، قارئین کے گوش گذار کر دیتا ہوں کہ مذہبِ اسلام میں کعبہ اور مکہ کی تعمیر کے بارے میں پھیلائی گئی تمام دیو مالائی کہانیوں کا ماخذ دراصل یہودی الاصل اسلامی مورخ محمد بن اسحاق یسار ہے (وفات: 151 ہجری)۔ یہ اسی ذاتِ

شریف کا بیان کردہ موقف ہے، جس کا تمام تحقیق دشمن حکومتوں اور متاخر مورخین اور محدثین نے اندھا اتباع کیا ہے، کہ حضرت ابراہیم اور اسماعیل نے یا ان کی اولاد نے مکہ شہر اور اس کے بطن میں کعبہ کی تعمیر کی اور حضرت اسماعیل کی اولاد کے بعد قبیلہ بنو جرہم نے اس معبد کی خدمت کی ذمہ داری اٹھالی۔ حتیٰ کہ بنو خزاعہ معارب ڈیم کے انہدام کے باعث ہجرت کرتے ہوئے یمن سے مکہ وارد ہوئے، بنو جرہم کو شکست دی۔ بنو جرہم نے راہ فرار اختیار کرتے ہوئے حجرِاسود اور دو سونے کے غزال زمزم کے چشمے کے اندر چھپا دیے اور چشمے کو ملبے تلے چھپا دیا تاکہ وہ برآمد نہ ہو سکیں۔ نیز اس کہانی کے مطابق بنو جرہم معارب ڈیم کے انہدام تک مکہ میں آباد رہے یہاں تک کے بنو خزاعہ یمن سے آگئے۔ یہ کہانی سراسر من گھڑت ہے کیونکہ کسی تاریخی وثاقت کی حامل نہیں ہے۔ قارئین اب صورتِ حال یہ ہے کہ ہم معارب ڈیم کی تاریخ کو حتمی طور پر جانتے ہیں کہ یہ 150 عیسوی میں تباہ ہوا۔ بنو خزاعہ اس کے بعد یمن سے ہجرت کر کے مکہ کے خطے میں آباد ہوئے۔ اسی تاریخی واقعے کے بعد متعدد قبائل نے یمن سے ہجرت کی اور شمالی عرب نیز میسوپوٹیمیا کی خطوں میں آباد ہوئے اور اپنی اپنی مملکتیں قائم کیں۔ بنو خزاعہ نے مکہ کے خطے میں کسی بنو جرہم نامی قبیلہ کا وجود تک نہ پایا، اور نہ ہی کوئی شہر اور معبد۔ آٹھویں صدی قبل مسیح کے بعد سے کسی بھی تاریخ میں بنو جرہم کا کوئی وجود ثابت نہیں ہے، جو غالباً دیگر قدیمی قبائل ہی کے مانند معدوم ہو چکے تھے۔ کوئی بڑا پانی کا ماخذ عرب کے صحرائی خطے میں اتنا اہم ہوتا تھا کہ اسے خفیہ طور پر مسدود کیا جانا ممکن ہی نہ تھا۔ نہ ہی شکست خوردہ قبیلہ، بھاگتے ہوئے، فاتحین کی موجودگی میں، اسے مسدود کر سکتا تھا۔ اگر یہ چشمہ حضرت ابراہیم کے وقت سے موجود تھا تو پھر تاریخ اور جغرافیہ دانوں نے اس کے ارد گرد کوئی آبادی کیوں نہ پائی۔ دوسری صدی سے بند کیا گیا چشمہ پانچویں صدی کے اواخر میں عبد المطلب کے ہاتھوں کیسے بازیافت کیا گیا۔ یا فی الحقیقت عبد المطلب نے پانی کی کمیابی کو دور کرنے کے لیے ایک نئی دریافت کی۔ پیاسے بدوی قبائل کی نظر سے آپ سمندر تو چھپا سکتے ہیں، لیکن کوئی کنواں یا چشمہ یا اس کی جائے وقوع ہرگز نہیں چھپائی جا سکتی۔ بنو خزاعہ نے جب یہاں کوئی معبد نہ پایا تو انہوں نے اپنی پرستش کی رسوم ادا کرنے کے لیے یہاں خالی میدان میں اپنا ایک ٹینٹ اس کام کے لیے مخصوص کر دیا۔ آٹھویں صدی عیسوی کے مصنفین کے مطابق کعبہ کی تعمیر پانچویں صدی میں ایک حمیاری بُت پرست یمنی سردار کے ہاتھوں انجام پائی جس کا نام "اسعد ابو کرب" تھا۔ یہ شخص "ابو کرب اسعد" بھی کہلاتا ہے اور اس نے یمن کے خطے پر 410 سے 435 عیسوی تک حکومت کی۔ اسلامی مورخین کا یہ اعتراف کہ اسعد ابو کرب وہ پہلا حکمران تھا جس نے کعبہ کو غلاف پہنایا، ایک اہم اشارہ ہے اس حقیقت کی جانب کہ تاریخ میں کعبہ کا اصل تعمیر کنندہ یہی شخص تھا۔ کسی بھی تعمیر کی تزئین و آرائش، تعمیر ہی کا دوسرا فوری بعد آنے والا دور ہوتا ہے۔ اسی اسعد ابو کرب نے مکہ کے علاقے میں آباد ہونے سے قبل یثرب کے شہر پر قبضہ بھی کیا۔ ایسا باور ہوتا ہے کہ یثرب میں معبد کی موجودگی مکہ میں بھی معبد کی تعمیر کا محرک بنی۔ بعد ازاں قریش بھی یمن سے وارد ہوئے۔ حجرِاسود وہی یمن سے لے کر آئے جہاں وہ اسے مقدس سمجھتے تھے۔ پس شہر مکہ کی تعمیر کی مصدقہ تاریخ چوتھی صدی عیسوی کے بعد کی ہے۔ دونوں پتھر یعنی حجرِاسود اور یمنی رکن جو معبد کے اندر پوجا کا مرکز تھے یمنی الاصل تھے۔ ڈاکٹر رفعت عماری کے علاوہ ایک نامور ہم عصر مصری سکالر طٰہٰ حسین نے بھی مکہ کے معبد کو حضرات ابراہیم اور اسماعیل سے لنک کرنے پر ان الفاظ میں نکتہ چینی کی ہے: "اس واقعے کا معاملہ نہایت واضح ہے کیونکہ یہ عصرِ حاضر سے تعلق رکھتا ہے اور اسلام کے نمودار ہونے سے ذرا پہلے کا واقع ہے۔ اسلام نے مذہبی وجوہات کی بنا پر اس کی غلط تاریخ گھڑ لی ہے۔"

آج جب روئے زمین پر موجود تمام تر علمی اور تحقیقی مواد کی فراہمی آئی۔ ٹی۔(IT) اور انٹرنیٹ(Internet) کے ذریعے گھر گھر پہنچ چکی ہے اور انسان کی اس بے پناہ ترقی نے ایجاد، انکشاف و دریافت کے ان گنت دروازے کھول دیے ہیں، تو تقاضائے عصر یہی ہے کہ ماضی سے چلے آرہے تمام

نظری، دیومالائی، اعتقادی اور توہماتی اسرار کھولنے کی کوششوں کا بھرپور آغاز کر دیا جائے۔ خاص طور پر ایسے اسرار جو عقل و شعور، علم و منطق اور سائنس و دیگر جدید علوم کے ثابت شدہ مسلّمہ معیارات پر پورے نہیں اُترتے۔ اور یہ تمام سلسلۂ عرفان و آگہی ایک ہی مقصدِ عظیم کو پورا کرنے کی لگن رکھتا ہو۔۔۔ وہ یہ کہ اسلام، یعنی حقیقی دینِ الٰہی کی منزّہ و مصفاّ (purified) شکل کو اس کی کاملیت کے ساتھ (in its entirety) بر آمد کر کے تمام انسانیت کے تجزیہ، تحقیق اور پیروی کے لیے پیش کر دیا جائے۔ یہ وہ خالص دینِ اسلام ہو گا جو خود ہمارے پیارے نبی محمد ﷺ نے ترتیب و تفہیم کے ساتھ اپنی تعلیمات کے ذریعے پیش کیا تھا۔ جو صرف عہدِ عثمان (ر) تک بمشکل قائم رہ سکا کیونکہ متحارب طاقتیں حیاتِ رسول ہی میں اس دین کے درپے آزار ہو چکی تھیں۔ یہاں تک کہ رسول ﷺ کی جان لینے کی کوششیں بھی جاری رہیں۔ یہ وہی بتدریج رونمائی کرتا ہوا دین اللہ ہو گا جس کی عہدِ عثمان کے بعد قابض ہو جانے والی مستبد ملوکیت نے اینٹ سے اینٹ بجادی تھی ۔ اسے اتنا گہرا دفن کر دیا گیا تھا کہ اس کا دوبارہ کھوج کر نکال لینا ناممکن ہو جائے۔ پھر توہمات و جہالت کے اندھیرے پھیلا دیے گئے تھے جو آج تک اُمّت کی حیاتِ اجتماعی پر مسلط ہیں۔ اسی ضمن میں اور اسی ہدف کی پیروی میں اس ناچیز نے دردِ دل کے ساتھ درج بالا کاوش سرانجام دی ہے۔

یہ بات یہاں صاف کر دینا بر محل ہو گا کہ اس تحقیق کی سراسر ذمہ داری اسی ناچیز پر عائد ہوتی ہے۔ متن میں کسی بھی سہو و خطا کا ذمہ دار بھی یہی ناچیز ہے۔ درج کیے گئے تمام تر حوالہ جات میں کوئی بھی غلطی پائی جائے تو وہ بھی اسی ناچیز کے ذمہ ہے۔ درستگی کی ہر وہ کوشش جو علمی اور تحقیقی سند کے ساتھ کی جائے گی اسے خوش آمدید کہا جائیگا۔ تحریر کو مختصر رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی ہے ورنہ یہی مقالہ بآسانی 400 صفحات پر محیط ہو سکتا تھا۔ اس لیے کافی تفاصیل کو غیر ضروری سمجھتے ہوئے قلم زد کر دیا گیا ہے۔ یہ عاجز اپنے تحقیقی کام میں آج بھی لچکدار رویہ رکھتا ہے اور آگے ہی آگے بڑھتے رہنے پر یقین رکھتا ہے۔ اپنے عقائد میں ضدّی اور ہٹ دھرم انسان ایک تاریک کنویں میں محبوس ہوتا ہے اور کبھی علم و تحقیق کے میدان میں آگے نہیں بڑھ سکتا۔ یہ بھی ارتقاء کے حصول کی ایک انسانی کوشش ہے اور یہ ایک مخصوص دور (era) یا ٹائم زون (time zone) سے تعلق رکھتی ہے۔ یعنی اضافی (relative) حیثیت رکھتی ہے۔ حرفِ آخر (the last word) نہیں ہو سکتی۔ آنیوالی بہت زیادہ ارتقاء یافتہ نسلوں کے لیے ایک پلیٹ فارم یا مستقر اور مستودع کی حیثیت رکھتی ہے جہاں کچھ مدت پڑاؤ ڈال کر زادِ سفر حاصل کیا جاتا ہے اور بعد ازاں مزید ارتقاء کا سفر اختیار کیا جاتا ہے۔ اقبال (ر) نے اسی امر کو واضح کرنے کے لیے فرمایا تھا:-

جہانِ تازہ کی افکارِ تازہ سے ہے نمود — کہ سنگ و خشت سے ہوتے نہیں جہاں پیدا

انسانی ترقی کا سفر جاری ہے اور اس کے طفیل آج، نماز و روزہ کی بگاڑی ہوئی شکل کی حقیقت کھل جانے کے بعد، حجِ کعبہ کی غیر قرآنی اور بے اصل پرستش و عبادت (worship) کی رسوم کو بھی باوثوق دلائل و براہین کی رُو سے کامیابی کے ساتھ رد (discard) کر دیا گیا ہے۔ اس لیے کہ قرآن پرستش اور عبادات کا ضابطہ ہے ہی نہیں،،،،، بلکہ خود اپنے الفاظ میں ایک "عہد آفریں ضابطۂ کردار" (2/2: هُدًى - "Hudan": A timeless Mode of Conduct) ہے۔ کردار آپ کے مستقل معاشرتی رویوں (Conduct) کو کہا جاتا ہے جو مثبت اور پر امن ہوں اور ان سے ساتھی انسانوں کے لیے خیر کے سرچشمے پھوٹتے ہوں۔ خود غور فرمایئے کہ بھلا صرف کسی مقدس مقام کی زیارت کر لینے سے کیا کردار سازی ہو جاتی ہے جبکہ کردار سازی کے مسلمہ اصول آپ کے نزدیک سے بھی نہ گذرے ہوں؟ کیا اس زیارت سے ماضی میں ارتکاب کردہ تمام گناہوں اور جرائم سے مغفرت حاصل کر لینا قرینِ عقل ہے؟؟؟،،، جب کہ آپ قاتل ہوں اور اپنے پیچھے مقتولوں کے وارثین کی چیخ و پکار چھوڑ کر وہاں آئے

ہوں ،جو دونوں ہاتھ پھیلا کر آپ کو بد دعائیں دیتے ہوں ؟۔یا لٹے پھٹے ان یتامیٰ کی آہ وبکا آپ کا پیچھا کرتی ہو جن کے اموال آپ نے دھوکے اور جبر کے استعمال سے خرد برد کر لیے ہوں ؟یا ان مزدوروں کی مفلسی اور محرومی آپ کو صلوٰتیں سناتی ہو جن کی دن رات کی محنت کا استحصال کرتے ہوئے آپ نے اپنی بزنس ایمپائر کھڑی کی ہو ؟یا ان کاروباری تعلق داروں کی لعنت وپھٹکار آپ کے ہمراہ ہو جن سے کذب بیانی اور وعدہ خلافی کرتے ہوئے آپ نے لاکھوں کروڑوں کا ناجائز فائدہ کمایا ہو؟ اور پھر ذرا اُن مسلم سربراہانِ مملکت کے حج کا جائزہ لیجیئے جو اپنے پیچھے اپنے عوام میں بھوک وافلاس، ظلم وجبر ،لوٹ کھسوٹ اور استحصال،ناجائز ٹیکسوں کی بھرمار وغیرہ،وغیرہ کی میراث چھوڑ کر کعبے کا طواف کرتے ہیں اور جن کے لیے کعبے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہونے کی سعادت بھی منتظر ہوتی ہے۔کیا آپ ایک لمحے کے لیے بھی یہ سوچ سکتے ہیں کہ اس عمل سے اُن ظالموں کے ڈھائے تمام تر ظلم،ساری کوتاہیاں اور حق تلفیاں،کروڑوں انسانوں کی آہ وبکا اور بد دعائیں،ان کی عیاشیاں،اربوں ڈالروں کی چوریاں اور باہر کے بنکوں میں اکاؤنٹ وغیرہ سب معاف ہوسکتے ہیں؟ ؟؟؟اُس عظیم سازش کے ذریعے دونمبر کے اسلام کے جبری نفاذ نے پورے عالم اسلام کے ساتھ جو دھوکے کا کھیل رچایا تھا، آج اسی کی پاداش میں عالمِ اسلام دنیا کے سب سے پسماندہ خطے کی ذیل میں آتا ہے۔اور ہمارے کسی حکمران خاندان کو اس الیے کی پرواہ نہیں۔یہاں شدت پسندی،بنیاد پرستی،دہشت گردی،جہالت اور بربریت کے اندھیرے مسلط ہو چکے ہیں۔اور مسلم حکمران صرف دولت کے انبار جمع کرنے کے عالمی ریکارڈ قائم کرنے میں مصروف ہیں۔دنیا جس قدر ترقی کرتی ہے یہاں اُسی قدر ترقیِ معکوس واقع ہوتی ہے۔مسلم حکمران اس سے خوش ہوتے ہیں کیونکہ عوام کی جہالت وپسماندگی ان کے اقتدار کو دوام بخشتی ہے۔دہشت گرد تنظیموں میں آئے دن نئے اضافے ہوتے رہتے ہیں۔ انتہاپسندی آہستہ آہستہ قومی ودینی مزاج بن چکی ہے۔کیونکہ اس سے مسلم عوام کے مصائب وابتلاء میں اضافہ ہوتا ہے،لہذا مسلم حکمران خود اس صورتِ حال کی آبیاری کرتے ہیں۔مستقبل قریب میں بھی یہاں اندھیرے ہی اندھیرے مسلط نظر آتے ہیں۔یہاں کی صبحیں بھی داغدار اجالے لے کر آتی ہیں اور راتیں تو ویسے ہی ظلمات کی زندہ علامت ہوتی ہیں۔ فیض کے چند اشعار اس افسوسناک اختتامیے میں ہمارے حسبِ حال ہیں:-

یہ داغ داغ اجالا یہ شب گزیدہ سحر　　　وہ انتظار تھا جس کا یہ وہ سحر تو نہیں
یہ وہ سحر تو نہیں جس کی آرزو لے کر　　　چلے تھے یار کہ مل جائے گی کہیں نہ کہیں
فلک کے دشت میں تاروں کی آخری منزل

اور آخر میں قارئین کو الوداع کہتے ہوئے تمامتر قرآنی فلاسفی کا نچوڑ،حالی کے ایک لافانی شعر کی شکل میں پیش خدمت کر دیتا ہوں:

یہی ہے عبادت،یہی دین وایماں　　　کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

اور علامہ اقبال نے تو اس موجودہ فرسودہ نظام کے حامل دو نمبر کے جعلی اسلام کی لعنت سے چھٹکارے کا حل بھی پیش کر دیا تھا۔انہوں نے اپنا حتمی فیصلہ یہی صادر فرمایا تھا کہ اس پورے باطل نظام کو تہہ وبالا کر دیا جائے،کیونکہ:-

تا تہ وبالا نہ گردد ایں نظام　　　دانش وتہذیب ودیں سودائے خام

اللہ تعالیٰ آپ سب پر اپنی بے پایاں رحمتوں کا نزول فرمائے اور الہامی دانش و بصیرت کے دروازے آپ سب پر کھول دے۔

ختم شد

حوالہ جات: (References)

- ویکی پیڈیا- Wikipedia , the free Encyclopedia; the History of Ancient and Medieval Arabia
- www.tanzil.net
- http://www.studyquran.co.uk/PRLonline.htm
- Hans Wehr 4th ed(Eng.).
- Lane's Lexicon (Eng.)
- Lisan al-Arab (Arabic)
- Steingass (Eng.)
- Brill (Eng.)
- Dict. and Glos of Quran by Penrice (Eng.)
- Vocab of Quran by A.A. Nadwi (Eng.)
- Dict. of Quran by M.G. Farid (Eng.)
- Verbal Idioms of Quran (Eng.)
- Hava (Eng.)
- Qamoos al-Waheed (Urdu)
- Mufradaat Alfaaz al-Quran (Urdu)
- Mukhtaar as-Sahih (Urdu)
- al-Munjid (Urdu)
- Alfaaz Istilihaat al-Quran (Urdu)
- Qaamoos Alfaaz al Qur'an (Urdu)
- تاریخ اسلام از شاہ معین الدین احمد ندوی، المیزان، اردو بازار، لاہور۔پاکستان
- خلافت و ملوکیت از ابو الاعلیٰ مودودی، لاہور۔پاکستان
- The case of Israel by Roger Garaudy; Shorouk International, London
- Israel: A Colonial Settler State? Maxime Rodinson, Newyork, 1973
- مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت، از علامہ حبیب الرحمٰن صدیقی کاندھلوی، الرحمٰن ٹرسٹ، کراچی۔پاکستان
- امّت کا بحران از اسرار عالم، نیو دہلی، انڈیا۔
- New Rational Thematic Quranic Translations Series Nos.1 to 19: by Aurangzaib Yousufzai, www.Scribd.com; Google doc.
- تحقیق نماز و صلوٰۃ، از اورنگزیب یوسفزئی، www.Scribd.com; Google doc.
- حضرت موسیٰ کے اسرار (اساطیر) از سماریین لٹریچر (Wikipedia)
- Bibliotheca Historica by Diodorus Siculus
- G E Von Grunebaum, Classical Islam: A History 600-1258, George Allen & Unwin Limited, 1970
- سیار العقول، مکتبِ سلطانیہ، استانبول، ترکی۔
- Quranic Geography by Dan Gibson, ISBN: 978-0-9733642-8-6
- Islam: In Light of History; Dr. Rafat Amari; http://religionresearchinstitute.org
- توریت، کتابِ پیدائش (Genesis 21:14–21)